حدیثِ دل

شعری مجموعہ

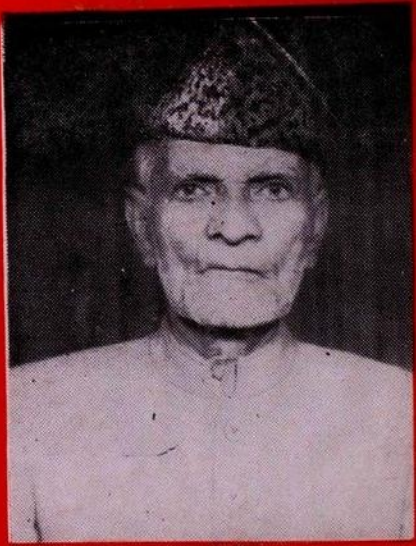

سید نورالدین انور بھوپالی

حدیثِ دل

شعری مجموعہ

سیّد نورالدین انور بھوپالی

۵- آج- ۸۳
۶- فلاور شو- ۸۵
۷- یادِ جوہر- ۸۷
۸- اقبال- ۹۱
۹- ترے بغیر- ۹۳
۱۰- برکاتِ جنگ- ۱۰۱
۱۱- آنا (ساگرہ) کے کنارے- ۹۹
۱۲- وہ باہیں آہ وہ باہیں- ۹۷
۱۳- سب سے اونچا اپنے بھارت کا نشاں کر دیجیے- ۱۰۵
۱۴- ہمارا اسکول- ۱۰۸
۱۵- لگے ہے مجھے- ۱۱۰
۱۶- مثلث- ۱۱۱
۱۷- تصوراتِ محبت (مثمن) ۱۱۲
۱۸- بربریت کی کماں- ۱۱۴
۱۹- جنگ کا میدان- ۱۱۵
۲۰- میں نے لکھا تھا..... اچھا تو ہے- ۱۱۷
۲۱- سہرا- ۱۱۹
۲۲- قطعہ-
۲۳- چند اشعار- ۱۲۰

ہسم معمور تھی رعنائی و دوشیزگی جن میں
مگر بھر دی گئی تھی زندگی ہی زندگی جن میں
مکمل خود فراموشی کا عالم بن کے چھاتی تھی
تمنائے ہم آغوش کو دل میں گدگداتی تھیں
مجھے مخمور کر دیتی تھی یوں پیمانگی ان کی
نشہ میں چور کر دیتی تھی یوں میخانگی ان کی
کہ میں دنیا ومافیہا سے بیگانہ سا ہو جاتا
تکلیف ہر طرف باہوں کی دنیا ہی میں کھو جاتا
انھیں باہوں کی یاد رشک فردوس بریں آئی
فراز طور سے یا کوئی برق عنبریں آئی،

وہ باہیں آہ جب مرے گلے کا ہار ہوتی تھی
نشاط و کیف میں جھومتی ہوئی سرشار ہوتی تھیں
مرے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرتی تھی
بڑی معصومیت سے جذب ہو کر پیار کرتی تھیں
محبت کے نشہ میں آہ چور مجھکو کرتی تھیں
مجھے بوس و کنار لطف سے مسحور کرتی تھیں
وہ باہیں آہ جن کو حاصل صد زندگی کہیئے
جنہیں کونین سے بھی کچھ زیادہ قیمتی کہیئے
تقاضائے زلیخا آہ جن باہوں نے بخشا ہے
انھیں یوسف ادا باہوں سے اتنا عرض کرنا ہے
کہ الفت میں جو دل ٹوٹے تو ہو جاتا ہے دیوانہ
تجلی گاہ ایمن بن کے رہ جاتا ہے ویرانہ

("آناساگر کے کنارے") آناساگر اجمیر کے کنارے شاہجہاں بادشاہ کا بنوایا ہوا۔ سنگ مرمر کا پلیٹ فارم اور خوبصورت بارہ دری۔ اس سے متصل اجمیر کا مشہور و حسین دولت باغ جہاں عام دنوں میں بالعموم اور عرس خواجہ کے زمانہ میں بالخصوص تفریح پسند لوگ ہر وقت ازدحام رہتا ہے۔ ذیل کے اشعار وہیں کا ایک تأثر ہیں۔

نظم

آناساگر کے کنارے

اللہ! وہ کل شام کو آنا کے کنارے
ہنستے ہوئے مہتاب دمکتے ہوئے تارے
وہ آتشیں جلووں کے نظر سوز نظارے
شعلہ رخ و شعلہ بدن و شعلہ کنارے
افلاک محبت کے وہ رنگین ستارے
وہ ان کی جبینوں سے رواں حسن کے دھارے
چھل بل تھے چھلاوہ تھے قیامت تھے غضب تھے
سیماب تھے طوفاں تھے شعلہ تھے شرارے
شوخی تھی کہ بجلی کی طبیعت کا تلاطم
تیزی تھی کہ ہرنوں کے سر دشت طرارے
بجلی یہ ہی کہتی تھی کہ ان تیز روں سے
الٹے کوئی غازی ہے کہ میدان سے ہارے
انگڑائیاں لیتے ہوئے طوفان خوشی کے
ہنستی ہوئی آنکھوں میں محبت کے شرارے
سبزے پہ بکھرے ہوئے انمول نگینے،
افلاک پہ جس طرح دمکتے ہوئے تارے

ساون کی وہ مچلتی ہوئی گھنگور گھٹائیں
شانوں پہ یہ کچھ اس کیف سے بالوں کو سنوارے
پر کیف بناگوش میں آویزہ لرزاں،
امواج میں جس طرح تڑپتے ہوئے تارے
آنکھوں کے تبسّم میں محبت کی حلاوت
نظروں کے ترنم میں لگاوٹ کے اشارے
ہیں گلشن کشمیر کے فردوس بریں ہیں
مت پوچھئے کیا چیز ہیں آنا کے نظارے
باہوں سے چھلکتی ہوئی کوثر کی لطافت
رنگ لب و رخسار میں تسنیم کے دھارے
نمناک سی آنکھوں کے چھلکتے ہوئے ساغر
مر رہنے کے سامان تو جینے کے سہارے
بہکی ہوئی رفتار وہ مہکی ہوئی گفتار
سینے کو عجب کیف نفس سے ابھارے
مستانہ خرامی پہ فدا موج مئے ناب
فردوس محبّت میں وہ تسنیم کے دھارے
جاتے ہوئے مڑ مڑ کے مجھے دیکھتے جانا
جیسے کہیں رمنوں میں بہت دور پکارے
وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بڑے ناز سے کہنا
ہم چاند ہیں اور چاند سے بھی بڑھ کے پیارے
اور نظروں ہی نظروں میں یہ پیغام بھی دینا
آنا یہیں پھر شام کو آنا کے کنارے،

برکاتِ جنگ

جنگ ہے جد و جہد، جوشِ عمل مردانہ وار
ہے بقائے قوم کا جد و جہد پر انحصار
جنگ ایک آوازِ غیبی جنگ ایک سرِّ حیات
جنگ ہے نشو و نمائے ارتقائے کائنات
جنگ کیا ہے؟ وجہ تعمیرِ بساطِ کائنات
جنگ سے اقوام نے سیکھے ہیں آدابِ حیات
جنگ کیا ہے؟ مردہ قوموں کے لیئے آبِ حیات
جنگ کیا ہے؟ روشنی شمعِ بزمِ کائنات
جنگ کیا ہے؟ ایک نویدِ آمدِ فصلِ بہار
اس کے دم سے پھولتا پھلتا ہے نخلِ اقتدار
جنگ کیا ہے؟ پیش خیمہ اک نئی تہذیب کا
ارتقائے بہترین انسان کی تہذیب، کا
جنگ کیا ہے؟ جوہرِ آئینہ ہے انساں، کا
جنگ ہے اک بیشۂ دیرینہ ہندوستاں کا

جنگ کیا ہے؟ اک کسوٹی ہے شجاعت کے لئے
جنگ ہے معیارِ خودداری شرافت کے لیئے
جنگ ہے اک موقعِ زریں ابھرنے کے لیئے
بن سنور کر بزمِ ہستی میں نکھرنے کے لیئے

جنگ ہے اک حق فطری جملہ موجودات، کا
جنگ ہی درماں ہے دردِ و تلخیٔ اوقات، کا
جنگ کی ہر اک ضرورت ماں ہے ایجادات کی
جنگ ہی خلاق ہے ہر گونہ معلومات، کی
ہے ضرورت آج طیاروں کو بنواتا ہی کون؟
پھر ستارے آسماں سے توڑ کر لاتا ہی کون؟
جنگ سے قومیں ہوئی ہیں شاد کام زندگی
جنگ ہے دراصل اک نظم و نظام زندگی
جنگ سے پیدا ہوئی دل میں محبّت دقت کی
جنگ سے جانی ہے ہم نے قدر و قیمت وقت کی
جنگ سے بڑھتا ہے دنیا میں وقار اقوام کا
جنگ سے جمتا ہے نقش اعتبار اقوام. کا.
جنگ سے پایا ہے قوموں نے دماغِ زندگی
جنگ سے جلتا ہے دنیا میں چراغ زندگی

جنگ سے لیتی ہیں استقلال کا قومیں سبق
جنگ سے سیکھا ہے قوموں نے ثباتِ راہِ حق
جنگ سے حاصل ہوا اقوام کو قومی وقار
جنگ سے لوٹا گیا لطف بہار اقتدار
جنگ ہے سرمایہ دار زندگی اقوام کی
جنگ ہے پروردگار زندگی اقوام ،، کی
جنگ سے سیکھا ہے قوموں نے شعار زندگی
جنگ سے پایا ہے قوموں نے وقار زندگی

جنگ سے جلتا ہے تہذیب و تمدن کا چراغ
جنگ سے پایا ہے قوموں نے فراغ اندر فراغ
جنگ ہی سے رونما ہوتی ہے سلمائے وطن
موجزن ہوتی ہے دل میں حبِ لیلائے وطن
جنگ ہی سے رونما ہوتا ہے ذہنی انقلاب
جنگ سے دیکھا ہے اکثر دور ہوتے اضطراب
کاڈانِ قوم ہے جنگ اک بانگِ درا
جنگ کرتی ہے میاں حق و باطل فیصلا
بزدلوں کو موت کی نیند سلا دیتی ہے جنگ
نام تک ان کا زمانہ میں مٹا دیتی ہے جنگ
بزدلی کا جنگ دنیا سے الٹتی ہے ورق
غیرتِ قومی پہ مر جانے کا دیتی ہے جنگ سبق
دور کر دیتی ہے یہ ہر اک نفاق باہمی
کرتی ہے قائم محاذ اتفاق باہمی
جذبۂ حبِ وطن پیدا کر دیتی ہے جنگ
جان دینے کیلئے تیار کر دیتی ہے جنگ
جنگ کر دیتی ہے زائل خوابِ غفلت کا اثر
جگمگا دیتی ہے زریں تاج قومی فرق پر
ہر جواں کو تجربہ سے پیر کر دیتی ہے جنگ
خاک کی چٹکی کو بھی اکسیر کر دیتی ہے جنگ
جنگ کرتی ہے زمینِ شور کو بھی کشت زار
جنگ کر دیتی ہے بیکاروں کو بھی سرگرمِ کار

پیش ملک و قوم گمناموں کو لے آتی ہے جنگ
ان کا لوہا پھر زمانے بھر سے منواتی ہے جنگ

ظلمتِ شب کو بہر صورت سحر کرتی ہے جنگ
مہرِ عالمتابِ عزت جلوہ گر کرتی ہے جنگ

سطوتِ پارینہ کے جلوے دکھا دیتی ہے جنگ
زندہ قوموں کی صفِ اوّل میں جا دیتی ہے جنگ

جنگ ہے پیغام آزادی غلاموں کے لیئے
جنگ ہے انعام آزادی غلاموں کیلیئے

زندگی جد و جہد سعی و عمل کا نام ہے
بے عمل کی زندگانی موت کا پیغام ہے

ہم غلاموں کو بھی دے یا رب شرارِ زندگی
ہند کے گلشن میں بھی آئے بہارِ زندگی

نوٹ :۔ چیف کمشنر اجمیر کے انصرام منعقدہ آل انڈیا مشاعرہ بلکہ مناظمہ کی نظم یکم مئی ۱۹۴۳ء آل انڈیا ایجوکیشنل فیسٹی وال اجمیر کے زمانہ میں کہی گئی ——— جنوری ۱۹۵۶ء

سب سے اونچا اپنے بھارت کا نشاں کر دیجئے

اس نظم کی شان نزول یہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی وزارت اطلاعات و نشریات کی جانب سے دوسرے پنج سالہ منصوبہ کی پبلسٹی کے سلسلہ میں ایک ملا جلا گنگا جمنی مشاعرہ آل راجستھان میں ۲/ نومبر ۱۹۵۷ء کو منعقد کیا گیا تھا یہ نظم بیاور ضلع اجمیر کے اسی گنگا جمنی مشاعرہ کی یادگار ہے

دل کو وقف عظمت ہندوستان کر دیجئے
پھر وطن کو اپنے فردوس جناں کر دیجئے
ساز دل کو چھیڑ کر اک سوز مستانہ کیساتھ
عندلیبان چمن کو نغمہ خواں کر دیجئے
بلبلیں سو جان سے دیوانہ گل ہوں یہاں
ہر چمن کو یوں بہار بے خزاں کر دیجئے
چاند تارے اور سورج ہر قدم پر ہوں یہاں
پھر وطن کی سرزمیں کو آسماں کر دیجئے
کر کے روشن علم و فن کی مشعلیں پھر ایک بار
پھر فروزاں محفل روحانیاں کر، دیجئے
علم و تہذیب و تمدن سیکھنے پھر آئیں لوگ
اس کو پہلے جیسا مطلوب جہاں کر دیجئے
پھر زمانے پر بٹھا کر دھاک اپنے علم، کی
اپنا سکہ ساری دنیا میں رواں کر دیجئے

یوں بہ روئے کار اپنی کوششوں کو لایئے
اپنے ہندوستان کو جنت نشاں کر دیجئے

لہلہاتی کھیتیاں ہر سو نظر آنے لگیں،
یوں وطن کو گلستاں در گلستاں کر دیجئے

اپنے بھارت ورش کا سونے کی چڑیا نام تھا
ہر قدم پر اس کے پھر زرخیزیاں، کر دیجئے

پھر ذرہ گوہر سے مالامال ہو ہندوستان
پھر ذرہ گوہر کی جاری ندیاں کر دیجئے

صنعت و حرفت سے مالامال کر کے ہند کو
بے نیاز غیر ہر اک کو یہاں کر دیجئے

چپّہ چپّہ کان ہو دولت کی اپنے دیش کا
ایک ایک ذرے کو مہر زرفشاں کر دیجئے

دودھ گھی کی ندیاں پہلے بھی جاری تھیں یہاں
دودھ گھی کی آج پھر ارزانیاں کر دیجئے

کیجئے، تعمیر اس درجہ عمارات کثیر
ہر مکیں کے واسطے گھر کا مکاں کر دیجئے

بیکسی، بے روزگاری نیز دلی، بے مائگی،
ہندمیں ان سب کو بے نام و نشاں کر دیجئے

مفلسی لینے لگے پھر ہچکیوں پر ہچکیاں،
مفلسی کو اتنا بے تاب و تواں کر دیجئے

پھر غریبی اور امیری کا مٹا کر امتیاز
بچے بچے کو رئیس بے گماں کر دیجئے

دوست، دشمن، مہرباں نامہرباں ہر ایک کو،
کامیاب و بامراد و کامراں کر دیجئے

دیش کو چمکا کے اپنا نام بھی چمکایئے،
اپنی گمنامی کو بے نام و نشاں کر دیجیے،
ارتقاء کی منزلیں طے کیجیے، کچھ اس طرح
محوِ حیرت ساری دنیا کو یہاں کر دیجیے،
"پنج ورشی یوجنا" کو پھر بنا کر کامیاب
سب کو اپنی شان میں رطب اللسان کر دیجیے
دیجیے، اپنی ترقی اپنے راجستھان کو
ہر طرح اس کو دلِ راجستھان (ہندوستان) کر دیجیے،
آندھیاں لاکھوں چلیں مطلق نہ پروا کیجیے،
اپنے استقلال کو سب پر عیاں کر دیجیے
جان تک دے دیجیے، لیکن خدا کے واسطے
سب سے اونچا اپنے بھارت کا نشاں کر دیجیے،
عزم صادق ہو تو آنور کچھ بھی نا ممکن نہیں
عزم صادق کو نصیبِ دوستاں کر دیجیے،

نعتیں

سیّد نورالدین انورؔ بھوپالی

ہمارا اسکول

ہر ایک اسکول سے بہتر ہے ہمارا اسکول
سارے اسکولوں کا افسر ہے ہمارا اسکول

خوشنما باغ بھی ہے، غنچہ و گل بھی ہیں یہاں
رنگ و خوشبو سے معطّر ہے ہمارا اسکول

اس کے سبزے کی لہک اس کے گلابوں کی مہک
زعفران زار سے بڑھکر ہے ہمارا اسکول

جلوہ گل بھی یہاں نغمۂ بلبل بھی یہاں
ہر چمن زار سے خوشتر ہے ہمارا اسکول

اک صفت یہ ہے کہ مخلوط ہے تعلیم یہاں
بہن اور بھائی کا مظہر ہے ہمارا اسکول

اس میں ہندو بھی ہیں مسلم بھی ہیں عیسائی بھی
ہم سب ہی لوگوں کا مکیجر ہے ہمارا اسکول

اور استاد؟ بہر رنگ ہیں پورے استاد
فیض سے جن کے منظفر ہے ہمارا اسکول

سارے مضمونوں کی تعلیم ہوتی ہے یہاں
طالب علم کا ذیور ہے ہمارا اسکول

نورِ تعلیم سے روشن ہے دماغ طلبہ
رشکِ مہر و مہ و اختر ہے ہمارا اسکول

علم و حکمت کا بہر حال خزینہ ہے یہ
بلکہ اس سے بھی گراں تر ہے ہمارا اسکول

تشنہ کام علم کے جیسے بھی یہاں آتے ہیں
ان کے حق میں تو سمندر ہے ہمارا اسکول
زیر تعلیم رہا جو بھی یہاں کچھ دن تک
اس کی تقدیر کا اختر ہے ہمارا اسکول
علمت کا تو بہرکیف یہ گہوارہ ہے،
علم ہی علم کا نیّر ہے ہمارا اسکول
کھیل میں سب سے ہے آگے تو ہے تعلیم میں فرد
سبھی اسکولوں کا رہبر ہے ہمارا اسکول
بانیٔ اسکول سے بابرکت بنا ہے جب سے
اور اسکولوں سے بہتر ہے ہمارا اسکول
ایک کانٹا سا کھٹکتا ہے یہ جس کے دل میں
اس کے پندار میں نشتر ہے ہمارا اسکول

اور کچھ ہونے لگی اونچی سے اونچی تعلیم
اب تو پہلے سے بھی بہتر ہے ہمارا اسکول
ہے ترقی کی طرف مائل پرواز نہوز
بال جبریل کا شہپر ہے ہمارا اسکول،
نسبت خاص ہے اس زندہ ادارے سے ہمیں
ہم ہیں فرزند تو مادر ہے ہمارا اسکول
یہ جو پہلو میں اک آئینہ دل ہے انور
جلوہ گر اس میں سراسر ہے ہمارا اسکول

نئی زمین نیا آسماں لگے ہے مجھے
تری گلی میں ہر اک بدگماں لگے ہے مجھے

چمن بھی اپنا چمن کہاں لگے ہے مجھے
یہ سر زمیں تو کوئی اسماں لگے ہے مجھے

دھواں دھواں سا لٹا سا تباہ ویراں سا
یہ آشیاں تو مرا آشیاں لگے ہے مجھے

بنا ہے میرے لیے ایک مستقل آزار
خود اپنا دل بھی دل دوستاں لگے ہے مجھے

یہ کس مقام پہ آگیا خدا کی پناہ،
کہ اب تو نام دفا بھی گراں لگے ہے مجھے

یہ کیا ہوا ہے کہ روداد عیش رفتہ بھی
سنوں تو کرب کی ایک داستاں لگے ہے مجھے

بشر کا خون تو جائز، شراب ناب حرام
فقیہہ شہر بڑا نکتہ داں لگے ہے مجھے

چمن میں رات کو یہ جگنوؤں کی تابش بھی
ہنوز شعلۂ برق تپاں لگے ہے مجھے

لگا کے چہرۂ اخلاص اپنے چہرے پر
یہ رہنما تو بڑا مہرباں لگے ہے مجھے

شکستہ پائی کا یہ عالم ہو گیا انور
کہ ایک گام بھی اب ہفت خواں لگے ہے مجھے

یہ گھر کی ٹوٹی ہوئی چھت بھی اب تو اے انور
خدا کے فضل سے ایک سائباں لگے ہے مجھے

یہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہی تو اب اے انور
خدا فضل سے گھر کا مکاں لگے ہے مجھے

مثلث

سازِ دل سے سوز برسانے کا موسم آگیا
زندگی کے گیت پھر گانے کا موسم آگیا
پھر تڑپنے اور تڑپانے کا موسم آگیا

جھوم کر آیا ہے ابر کوہساری کیا کروں
بڑھ گئی پھر میرے دل کی بیقراری کیا کروں
پھر مرے دیوانہ ہو جانیکا موسم آگیا

یادوں کے ساز پر گانے کو ہے شاید کوئی
جاں فزا گیتوں سے تڑپانے کو شاید کوئی
پھر کسی پر مٹ کے رہ جانیکا موسم آگیا

کر دٹوں پر کروٹیں لیتی ہوئی کالی گھٹا
کیفیت میں بھر چکی ہے آج پھر ساری فضا
بے پیئے پھر مست ہو جانیکا موسم آگیا

ہائے یہ ساون کے جھونکے دل کو تڑپانے لگے
خود بخود سوئے گریباں ہاتھ پھر جانے لگے
پھر جنوں کے پاؤں پھیلانے کا موسم آگیا

پھر کوئی ساغر بکف آنکھوں سے دیتا ہے شراب
کیا سے کیا بنتا ہے گویا انور خانہ خراب
اب انا الحق کہنے کو ہے انور دل خانہ خراب
پیکر و منظور ہو گا یہ دل خانہ خراب
زندہ جاوید ہو جانیکا موسم آگیا

تصوّراتِ محبت

پھر آج طورِ تصور پر آ گیا کوئی
حسیں آنکھوں سے پھر مسکرا گیا کوئی
نظر سے روحِ کا نغمہ سنا گیا، کوئی
دل و جگر میں سما کر چلا گیا کوئی
تمامِ ہستیِ فطرت پہ چھا گیا کوئی
مری نظر سے نگاہیں ملا گیا کوئی
شرابِ عشق کے ساغر پلا گیا کوئی
میرے خیال میں مستی رچا گیا کوئی

شبِ امید کی بے چین ساعتیں آ کر
تھپک تھپک کے سلائیں ہزار مجھ کو مگر
تڑپ تڑپ ہی کے گذارے گی زندگی یکسر
کسی کے عشق میں وہ چوٹ کھائی ہے دل پر
کہ جس سے چین کی صورت نہیں ہے آٹھو پہر
شبِ فراق تصوّر میں ہو رہی ہے بسر

تصورات کی دنیا ہے اک قریب نظر
وہ آ گیا، وہ رکا، وہ چلا گیا کوئی

بجھی نہ شمع جنوں باغ کی ہواؤں سے
ہوا نہ چین میسر حسیں فضاؤں سے
سکوں ملا نہ مغنی کی بھی نواؤں سے
مریض عشق نہ اچھا ہوا دواؤں سے
شفا نصیب نہ اسکو ہوئی دعاؤں سے
مگر علاج جو اس نے کیا وفاؤں سے
چراغ عارض پر نور کی ضیاؤں سے
سیاہ خانۂ دل جگمگا گیا، کوئی

کسی کو گدۂ دل میں جب سے دی ہے جا
ہے اپنا خلق میں آتو ر جگہ جگہ چرچا
ہزار شکر محبت کا مل گیا ثمرا
کسی کے عشق میں پایا ہے ہم نے تمغا
امام دیں تھے جو پہلے تو اب ہوے رسوا
اب اس سے آگے گذرتی ہے دیکھیے کیا کیا
غم و خوشی میں ہوں بے نیاز اے بجمہ
نگاہ مست سے بیخود بنا گیا کوئی

بربریت کی کماں

کیسی کڑکی تھی فضا میں بربریت کی کماں
ٹوٹ کر اب لے رہی ہے ہچکیوں پر ہچکیاں
جب ملا طاقت سے طاقت کا جواب برمحل
چیختی پھرتی ہے بچاری ہرسو الاماں،
سرو سمیں مل گئے سب خاک زیرِ زمیں
سرد ہے اب رونق بازارِ حسن گل رخاں

نظم

جنگ کا میدان کیا ہے ایک قبرستان ہے
کتنی بے گور و کفن سوتی پڑی ہیں سینچیاں

آگ برستی جب دہان توپ سے میدان میں
راکھ ہو کر رہ گیا ہر بربریت کا نشاں

یوں بڑھی رن میں بہادر فوج دراتی ہوئی
جیسے طیاروں کے بادل جیسے توپوں کا دھواں

اپنے طیارے فضا پر چھا گئے کچھ اس طرح
جیسے ٹڈی دل ہو کوئی کارواں در کارواں

جب پرخچے ٹینکوں کے اڑ گئے میدان میں
ساری دنیا رہ گئی انگشتِ حیرت در دہاں

شعلہ افشاں تو نچانہ ہو گیا اس شان سے
شعلہ جوالہ کا لوگوں پہ ہوتا تھا گماں

اپنے طیاروں نے لی چاروں طرف سے جب خبر
اخوۃ الشیطان چیخے "الحفیظ و الاماں"

ایک ہی ہلے میں ہو کر رہ گئے خبط الحواس
بھول بیٹھے سب چوکڑی جاتی رہیں سب سینچیاں

ادر چھنوا بیٹھے اپنے ہی مقاماتِ اہم
ہو گئے حملے سے خود ہی اور رسوائے جہاں

اب شکستِ ساغر و مینا سے کیوں غمگین
پہلے کیوں لڑنے پہ امادہ ہوا پیرِ مغاں

شان پر اپنے وطن کی آنچ کیا آتی بھلا
ایک حملے میں حریفوں کی اڑادیں دھجیاں

اب تو بیڑا آر ہو یا پار ہو پر وا نہیں
اب نہیں ہے دل میں کچھ اندیشہ سود و زیاں

کس قدر جرأت دکھلائی جنگ کے میدان میں
مل گئی ہر مرنے والے کو حیات جاوداں

بول بالا ہوا ترا اے جھوٹ زندہ باد جھوٹ
تو نے کر ڈالا اتحاد نیا بھر کو ہم سے بدگماں

قطعہ

نمودِ سینۂ سیمیں پہ احمریں موجیں
حسین بانہوں کے لے یاریاں معاذ اللہ
وہاں تو کوثر و تسنیم سب کے سب جائز
یہاں حرام ہیں میخواریاں معاذ اللہ

شعر

کچھ اس ادا سے چلے جا رہے ہیں وحشت میں
کہ جیسے ہم نے کبھی کوئی یار دیکھا ہے

میں نے لکھا تھا — اچھا تو ہے؟

میں نے لکھا تھا چمن کے نونہال" اچھا تو ہے
نوبرو و نوخواستہ نورس جمال" اچھا تو ہے
خوش نظر، خوش چشم آہو خوش خصال" اچھا تو ہے
لعل و لب گیسو کمند، ابرو ہلال" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا مرے کافر ادا" اچھا تو ہے
کفر پرور، کفر آگیں، کفر زا" اچھا تو ہے
شعلہ رخ، شعلہ بدن شعلہ نوا" اچھا تو ہے
حسن کے آتش پرستوں کے خدا" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا مرے مینو بہار" اچھا تو ہے
مہر انور، ماہ رخ، قدسی سکار" اچھا تو ہے
زہرہ رخ، زہرہ جبیں زہرہ کنار" اچھا تو ہے
اے نزولِ رحمتِ پروردگار اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا مرے سرو رواں اچھا تو ہے
رشکِ سر تاجِ قیامت قامتاں اچھا تو ہے۔

نذرِ عقیدت بحضورِ حاطؔ حاط صلعم

دل مستِ مئے جلوۂ جانانِ محمدؐ!
آنکھوں میں ہے نورِ رُخِ جانانِ محمدؐ

دل بن گیا آئینۂ حیرانِ محمدؐ
صدقے ترے اے جلوۂ جانانِ محمدؐ

اللہ بچائے نظرِ کفر سے دِل کو
پھر جوش میں ہے جذبۂ ایمانِ محمدؐ

اس دل پہ بھی طاری ہے اسی وجد کا عالم
جس وجد میں ہے روحِ شہیدانِ محمدؐ

خورشیدِ قیامت ہے اگر سر پہ تو کیا غم
کافی ہے مجھے سایۂ دامانِ محمدؐ

تو سینۂ مہر و مہ و انجم میں نہاں ہے
قربان ترے اے رُخِ تابانِ محمدؐ

اللہ نے بلوا ہی لیا عرش پہ آخر!
اے صَلِّ علیٰ مرتبہ و شانِ محمدؐ

اِنساں کو صحیح معنوں میں انسان بنایا
انسان پہ کس درجہ ہے احسانِ محمدؐ

دل ہی نہیں آنکھوں کو بھی ہے حسرتِ دیدار
اے رشکِ قمر صورتِ خندانِ محمدؐ

یہ زندہ حقیقت کوئی مانے کہ نہ مانے
اِک معجزۂ خاص ہے قرآنِ محمدؐ

انورؔ ترے نغموں میں بھی ہو کیوں نہ کوئی کیف ؛ تو بھی تو ہے اِک بلبلِ بُستانِ محمدؐ

؎ زبور میں نامِ دلنواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے حاط حاطؔ....

غیرت شمشاد و سرو بوستاں اچھا تو ہے
آرزوے بلبل شیوہ بیاں" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا، بت ایماں شکن" اچھا تو ہے
روشنی شمع بزم برہمن،" اچھا تو ہے

گلبدن گلبرگ لب گل پیرہن اچھا تو ہے
سبزہ خط نو کہاں لالہ چمن" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا، قرار بیقرار" اچھا تو ہے
جان وعدہ، عید صبح انتظار" اچھا تو ہے

زخمہ ساز دل امیدوار" اچھا تو ہے
مومیائی دل و سینہ فگار" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا مرے اچھے شیر یر" اچھا تو ہے
دل پہ برسائے ہوئے کیوپڈ کے تیر" اچھا تو ہے

آرزوے کوہکن کی جوے شیر" اچھا تو ہے
اے تمنائے دل رانجھے کی ہیر" اچھا تو ہے

میں نے لکھا تھا، مزاج اے بے نیاز" اچھا تو ہے؟
غزنوی محمود کے اچھے ایاز" اچھا تو ہے؟

مدیر شاعر برادرم اعجاز صدیقی اور سجادہ صدیقی کی شادی کے
موقع پر کہا گیا۔ مارچ ۱۹۳۸ء

سہرا

شراب پی پی کے حسن بزم طرب کی مستانہ وار سہرا
نثار ہے شمع رخ پہ نوشہ کے آج بے اختیار سہرا
لباس نوشہ تمام رنگین جمال نوشہ تمام رنگیں
تمام رنگینوں پر اپنی دکھا رہا ہے بہار سہرا
یہ سرفرازی بھی دیکھتی ہے کہ آج نوشہ کے سر چڑھا ہے
بلائیں لیتا ہی جا رہا ہے تڑپ کے بے اختیار سہرا
جھکا ہی جاتا ہے رخ پہ ان کے کہ جیسے کچھ ہوش ہی نہیں ہے
بڑی محبت سے اپنے نوشہ کو کر رہا ہے پیار سہرا
شعاع رخ جیسے نکہت گل قریب عارض مچل رہی ہے
مگر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے ہے نغمہ بار سہرا
لٹک رہا ہے جو رخ پہ سہرا تو فکر میں ہے کہ اور بڑھ کر
ملے جو موقع تو بن ہی جائیگا گلے کا نوشہ کے ہار سہرا
شعائیں چھن چھن کے اسکی لڑیوں سے ایسے باہر نکل رہی ہیں
کہ جیسے حیرت سے دیکھتا ہے کسی کو آئینہ وار سہرا
دل محبت سرشت حسرت یہ اپنے ملیں لیئے ہوئے ہے
کہ کس طرح اپنے بھائیوں کا میں دیکھوں دیوانہ وار سہرا
بجا ہے اے انور مقید کہ تو ہے پابند جبر قدرت
جب ہی تو ملفوف کر کے بھیجا ہے تو نے شرمسار سہرا

قطعہ

ہر محبِّ قوم کو تھی تجھ سے ایسی ہی امید
آبرو رکھ لی مسلمانوں کی تو نے اے حمید
دیکھئے قربانیِ وطن کے نام پر ہو کر شہید
زندہ جاوید تو بھی ہو گیا عبدالحمید

چند شعر

۱۔ سراپا طنز ہوں اور طنز بھی منشائے فطرت کا
مجھے کیا دیکھتا ہے جا گزر جا دیکھنے والے

۲۔ نہ پوچھئے دل مرحوم کی شگفتہ دلی
یہ خواب ہم نے فقط ایک بار دیکھا ہے

۳۔ دل پہ گذر رہی ہیں ہزاروں قیامتیں
پھر بھی تمہیں بلا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

۴۔ زندگی اپنی اسی دن سے بنی ہے زندگی
جب سے کچھ بیتابیاں جزو رگِ جاں ہو گئیں

ختم شد

نذرِ عقیدت بحضور ماذ ماذ صلی اللہ علیہ وسلم

تم مظہرِ عرفاں نورِ خُدا یا سیدنا یا مولانا
کونین میں ہے تم سے ہی ضیا یا سیدنا یا مولانا

تم وجہِ بنائے ارض وسما یا سیدنا یا مولانا
ہو تم ہی شہِ لولاک لما یا سیّدنا یا مولانا

وَالفجر تمہارا چہرہ ہے وَاللّیل تمہارے گیسو ہیں
تم کیفِ بہارِ صبح ومسا یا سیّدنا یا مولانا

کیا حور وملک کیا جن وبشر کیا ارض وفلک کیا شمس وقمر!
ہر ایک کے تم ہو قبلہ نُما یا سیّدنا یا مولانا

تم صدر نشینِ بزمِ رُسل تم شاہِ اُمم تم ختمِ رسل!
تم رونقِ بزمِ ہر دوسرا یا سیدنا یا مولانا

تُمنے تو پلٹ دی کایا ہی کچھ رُوز ہیں اہلِ عالم کی
سبحان اللہ اے صلِّ علیٰ یا سیّدنا یا مولانا

ہو تم ہی خلیلِ کعبۂ دل ہو تم ہی کلیمِ وادیٔ جاں!!
تم روحِ روانِ ہر دوسرا یا سیّدنا یا مولانا

تم جانِ حیا ایمانِ وفا محبوبِ خدا مطلوبِ خدا!
اُمّی والی ہوں تم پہ فدا یا سیّدنا یا مولانا

اے قاسمِ سوز وسازِ دلا اسکو بھی ہو سوزِ قلب عطا
تم ابرِ کرم تم بحرِ سما یا سیّدنا یا مولانا

انور کی یہی ہے ایک دُعا یا سیّدنا یا مولانا
تم مظہرِ عرفاں نورِ خدا یا سیّدنا یا مولانا

نعت شریف

مقبول ہوئی مدت میں دعا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں
لو آج مقدر جاگ اٹھا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں!

پھر حدِ نظر تک ہر جانب اِک نور کا دریا جاری ہے
ہے جلوۂ طورِ سینا یا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

ہیں فرشِ راہ دل و جاں بھی آنکھیں بھی دین و ایماں بھی!
وہ تاجورِ لولاک لما، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

کچھ تجھ کو خبر بھی ہے زاہد اے مستِ شرابِ الا اللہ
نظریں تو اٹھا کر دیکھ ذرا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

پھر آج تصور پر اپنے یہ کون ہوا ہے جلوہ نما؟
ہے نورِ وادیٔ ایمن یا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

کیا حور و ملک کیا جن و بشر کیا ارض و سما کیا شمس و قمر
ہر ایک کے بن کے قبلہ نما، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

وہ جانِ حیا ایمانِ وفا محبوبِ خدا مطلوبِ خدا
اُمّی دائی ہوں اُن پہ فدا، سرکارِ دو عالم آتے ہیں

وہ رحمتِ عالم ابرِ سخا وہ بحرِ عطا وہ کانِ وِلا
وہ نیّرِ اعظمِ عرشِ علیٰ سرکارِ دوعالم آتے ہیں

وہ ماحیٔ ظلمت بدرِ دجیٰ، وہ ہادیٔ برحق شمسِ ضحیٰ
وہ شمعِ ہدایت نورِ خدا، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

وہ جس نے پلٹ دی کایا ہی کچھ روزمیں اہلِ عالم کی
وہ خلقِ مجسّم قبلہ نما، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

وہ صدرنشینِ بزمِ رسل وہ شاہِ اُمم وہ ختمِ رسل
وہ زینتِ بزمِ ارض وسما، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

وہ ظلمتِ ہستی دور ہوئی، تاریکیٔ شب کافور ہوئی
وہ مظہرِ عرفاں شمعِ ہدیٰ، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

والشمس جو ہے روئے زیبا، واللیل ہے جنکی زلفِ دوتا
وہ کیفِ بہارِ صبح ومسا، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

اَنوَر وہ خلیلِ کعبۂ دل، اَنوَر وہ کلیم وادیٔ جاں
وہ رونقِ بزمِ ہر دوسرا، سرکارِ دوعالم آتے ہیں

نذرِ خواجہؒ

آپ کے روضۂ انور کا نظارا خواجہؒ
ہے مجھے دولتِ کونین سے پیارا خواجہؒ

تم نے اچھّا ہی کیا دیکے سہارا خواجہؒ
ورنہ مجھ میں تو نہ تھا ضبط کا یارا خواجہؒ

میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دی تم نے
کس زباں سے میں کروں شکر تمہارا خواجہؒ

مجھ کو اتنا ہی کیا اس نے گنہ آلودہ
میں نے دنیا سے کیا جتنا کنارا خواجہؒ

ورنہ دُنیا تو کہیں کا بھی نہ رکھتی مجھکو
دیدیا تم نے بہت خوب سہارا خواجہؒ

اشکِ پندار و مسرّت سے بھر آئیں آنکھیں
تم نے اپنا جو مجھے کہہ کے پکارا خواجہؒ

اَب تمہیں چھوڑ کے جائیں تو کہاں جائیں ہم
بے سہاروں کے تمہیں تو ہو سہارا خواجہؒ

نسبتِ خاص ہے اس دَر کے غلاموں سے مجھے
ان کے صدقے میں ہی کچھ لطف خدارا خواجہؒ

آستاں سے ترے مایوس نہیں ہے انور
اسکی قسمت کا بھی چمکے گا ستارا خواجہؒ

غزلیں

سید نورالدین انور بھوپالی

○

میں بیخود سجودِ وہ غیظ و جلال میں
میں اپنے حال میں ہوں تو وہ اپنے حال میں

چھایا ہوا ہے دیدہ دل پر جمود سا
اب عشرتِ وصال نہیں ہے وصال میں

اس طرزِ التفات کے قربان جائیے
دل جوئی بھی شریک ہے انکے ملال میں!

پھر اس کے بعد کیا ہوا انور خبر نہیں!
دیکھا تو تھا کسی کو جہانِ خیال میں

○

جہاں چاہو وہاں گلشن میں سن لو گفتگو میری
چمن کی پتی پتی ہے زبانِ آرزو میری

سمجھتا ہوں کہ ان کے سامنے کہنے سے کیا حاصل
میری حالت تو خود ہے ترجمان آرزو میری

رگ و پے میں کوئی شے دوڑتی پھرتی ہے ہر ساعت
مجھی میں کر رہا ہے کوئی شاید جستجو میری

خلش سی دل میں رہ رہ کر مرے ہوتی تو ہے ہر دم
مگر یہ کچھ نہیں معلوم کیا ہے آرزو میری

اسیراں جنوں بھی اب مزے لے لیکر سنتے ہیں
قفس میں بیٹھے بیٹھے بہکی بہکی گفتگو میری

مگر وارفتہ رفتار تھا میں دشتِ الفت میں
کہ میری جستجو میں کھو گئی خود جستجو میری

رسائی ہر کس و ناکس کی انور غیر ممکن ہے!
فلک سے بھی بہت اونچی ہے بزمِ آرزو میری

اشاعت بارِ اوّل	۱۹۹۵ء
تعداد اشاعت	ایکہزار
مطبع	نرمان پریس دہلی
ترتیب	محمد ظہور خاں، محمد حنیف خاں
قیمت	پچاس روپے

تقسیم کار

بھوپال بک ہاؤس بدھوارہ بھوپال - ایم پی۔

ناشر

ایس - نورالدین انور بھوپالی

۱۰ گلی شیخ بطی - ابراہیم پورہ - بھوپال (ایم پی)

۴۶۲۰۰۱

(یہ کتاب مدھیہ پردیش اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع کی گئی)

O

اس بت کی زباں پر لو انور پھر آج تمہارا نام آیا
کیا جذب محبت جاگ اٹھا کیا جوش جنوں پھر کام آیا

لو دیکھ لو وہ نمناک آنکھیں لو سن لو وہ زیر لب آہیں
بیمار حسیں کے ہونٹوں پر کیا جانیئے کیا پیغام آیا

ان مست نگاہوں نے اٹھکر فوراً ہی پلا دی تھوڑی سی
رندوں پہ جہاں ہشیاری کا محفل میں کوئی الزام آیا

کیا جانیئے کیوں دل بھر آیا معلوم نہیں کیا بات ہوئی
پھر ایک دھواں سا دل سے اٹھا جب میرے لبوں تک جام آیا

کچھ تجھ کو خبر بھی ہے ظالم اے مست خرام بے پروا
یہ خاک کا ذرہ کیوں دل بن کے بزیر گام آیا

دیتا ہوں تسلی میں انور دل کو یہی کہہ کر اکثر
اب نامہ بر آنیوالا ہے اب ان کا کوئی پیغام آیا

○

نہ لائے دیکھنے کی تاب جلوہ دیکھنے والے
تماشا بن گئے، خود ہی تماشا دیکھنے والے
سراپا طنز ہوں اور طنز بھی منشائے فطرت کا
مجھے کیا دیکھتا ہے جا گزر جا دیکھنے والے
کہیں تیری نظر افسانہ موسیٰ نہ بن جائے
ذرا ہشیار رہنا دل کی دنیا دیکھنے والے
بہر صورت تجھی کو دیکھتے ہیں جس طرح دیکھیں
تیری نظروں سے بچ کر تیرا جلوہ دیکھنے والے
ابھی پردے تعین کے کہاں اٹھے ہیں اے غافل
ابھی دیکھا ہی کیا ہے تو نے جلوہ دیکھنے والے
تو اپنے منصب عالی سے اے کاش واقف ہو
بحسرت جانب اوج ثریا دیکھنے والے
کمال حسن کا نظارہ ناممکن سہی انور
مگر کچھ دیکھ ہی لیتے ہیں جلوہ دیکھنے والے

○

اب کیا سجاؤں عیش کی محفل ترے بغیر
دل ہی نہیں رہا بخدا دل ترے بغیر

اب درد کو نیاز ہے ہر چارہ ساز سے
لذتِ شناس درد نہیں دل ترے بغیر

جلد آکے ترے ہجر میں اے ماہِ نیم ماہ
یہ چاندنی بھی ہو گئی قاتل ترے بغیر

آ میری جان و دل میں سما جا میرے خلیل
آتشکدہ ہے گلکدہ دل ترے بغیر

اَب سازِ عشق میں وہ ترنم نہیں رہا
سونی پڑی ہے عیش کی محفل ترے بغیر

ارماں کی نبض چھٹتی ہے اے جانِ آرزو
دم توڑتی ہے آرزوئے دل ترے بغیر

دہرا دے آکے آج پھر افسانۂ کلیم
ویران سے ہیں اب نظر و دل ترے بغیر

تو تھا تو آہ دل کی خلش میں بھی لطف تھا
قاتل ہے اب وہی خلشِ دل ترے بغیر

آجا کہ رازِ پردۂ دل فاش نہ ہو جائے
کھلنے کو ہے یہ عقدۂ مشکل ترے بغیر

انور جو ترے ناوکِ الفت کا ہے شکار
سر تا بپا ہے طائرِ بسمل ترے بغیر

درد بے درماں پہ خود مرتا ہوں میں
مفت اس کی آرزو بدنام ہے
آپ کی ساغر بکف آنکھوں کی یاد
بے دلی کو زیست کا پیغام ہے
ترکِ الفت گو بہت مشکل سہی
لیکن الفت بھی تو مشکل کام ہے
حسن تو سب کچھ ہے لیکن عشق بھی
کردگارِ گردشِ ایّام ہے

عشرتِ دنیا کو انوارؔ کیا کروں
دل حریصِ عشرتِ آلام ہے

جذب دل کھینچ کے بچھ تک انہیں لا ہی نہ تھا
اس سے پہلے تو یہ عالم نظر آیا ہی نہ تھا

حسن اور سادگیٔ حسن الٰہی توبہ!
جیسے ظالم نے کوئی دام بچھایا ہی نہ تھا

اب یہ عالم ہے کہ تفریق سر و سجدہ محال
سر بھی وہ جس کو کسی در پہ جھکایا ہی نہ تھا

وہ بھلا کفرِ محبت کے مزے کیا جانے
جس نے اب تک کہیں دل اپنا لگایا ہی نہ تھا

درد پہلو میں کچھ اس درجہ پریشان کن ہے
جیسے ظالم کو کلیجے سے لگایا ہی نہ تھا

آج یہ کیا ہے کہ خاموش ہے مضرابِ جنوں
درد نے اٹھ کے کبھی چین تو پایا ہی نہ تھا

عشق اور عشق کی وارفتہ مزاجی کو نہ پوچھ
حسن نے جیسے کبھی مجھ کو ستایا ہی نہ تھا

دل میں اور درد میں کچھ شایئہ فرق نہیں
یا یہی درد کبھی دل میں سمایا ہی نہ تھا

ہائے یہ اس کی تلافی کی نگاہیں انور
جیسے اس نے مجھے دیوانہ بنایا ہی نہ تھا

یوں ہے وہ نغمہ سرا زہرہ نوا ہو جیسے
درِ فردوس کہیں کھول دیا ہو جیسے

اُف وہ گلبن کی لچک وہ رخِ گلگوں کی دمک
جام صہبائے شبِ وصل پیا ہو جیسے

وہ کھنکتی ہوئی آواز میں وہ شعلہ کی لپک
رشکِ ناہید کوئی نغمہ سرا ہو جیسے

ہائے یہ ٹھٹھری ہوئی رات یہ افسردہ لہو
پاپ دنیا میں فقط میں نے کیا ہو جیسے

اب نہ وہ درد ہی دل میں ہے نہ وہ سوز گداز
حلقۂ صوفی و ملا میں رہا ہو جیسے

ہم نے وہ رنگ بھی دیکھیں ہیں تمہارے انور
کوئی مر مر کے محبت میں جیا ہو جیسے

○

یوں آ رہے ہیں آج وہ مست شراب سے
جاگا ہو جیسے کوئی ابھی نیم خواب سے
یہ پیکرِ شباب یہ بلورِ شعلہ رنگ
مینا بھرا ہو جیسے گلابی شراب سے
یہ جوششِ تبسمِ پنہاں یہ موجِ حسن
کیا بجلیاں سی کوند رہی ہیں سحاب سے
یہ لطف یہ کرم یہ عنایت یہ مرحمت
میں مر مٹا ترے کرمِ بے حساب سے
وہ جنتِ نگاہ ہوئیں جلوہ باریاں
مسحور ہو کے اپنی ادائے حجاب سے
دل کھینچ رہا ہے برق سی آواز کیطرف
ہے کون نغمہ ریز حجابِ رُباب سے
وہ آہ ابتدائے محبت کہ تم مجھے
واقف بنا رہے تھے محبت کے باب سے
وہ زندگی وہ حاصلِ صد زندگی کہ جب
نغمے سنا رہے تھے وہ سازِ شباب سے
وہ عشرت فتادگی و بیخودی کہاں
جب زندگی مراد تھی ایک اضطراب سے
کرلوں نہ چاک کہیں دامنِ حیات
تنگ آگیا ہوں اس دلِ خانہ خراب سے
انورؔ نہ پوچھیئے کہ یہ ہے خاص رازِ عشق
میں نے جو لطف اٹھائے نگاہِ عتاب سے

غزل

خوش آمدید

خوش آمدی بہار بہ داماں خوش آمدی
ساقی بہ سوئے محفل رنداں خوش آمدی
اے شمع بزم یوسف یا کارواں سلام
صد مرحبا کہ جانب کنعاں خوش آمدی
پھر آسمان مہر و محبت کی بزم میں
ماہِ منیر، مہر درخشاں خوش آمدی
آنکھیں ہیں فرش راہ تو دل خاک رہگزر
اے اہل دل کے درد کے درماں خوش آمدی
مسرور آمدی بسوئے کعبۂ وطن
خوش آمدی اے مرد مسلماں خوش آمدی
کتنی خلوص روح میں ڈوبی ہے تہنیت
آنوربند خلوص غزل خواں خوش آمدی

چھیڑتا مجکو ہمنشیں نہ کہیں
راز کھل جائے سب یہیں نہ کہیں

شکوہِ شکرِ جور کون کرے
اور محجوب ہوں ہمیں نہ کہیں

چھوڑیئے محفلیں خدائی کی
دل میں آ بیٹھیے کہیں نہ کہیں

اُف یہ موسم یہ سانولی راتیں
اب تو مل جایئے کہیں نہ کہیں

پھونک دے خرمنِ تصور بھی
یہ دلِ شعلہ آفریں نہ کہیں

پھر وہ شرما رہے ہیں محفل میں
ہم بھی موجود ہوں کہیں نہ کہیں

کوئی شے اور بھی ہے دل کے سوا
میرے پہلو میں ہو تمھیں نہ کہیں

اب اسی حسنِ ظن پہ جیتے ہیں
پھر وہ مل جائنگے کہیں نہ کہیں

حسن کی جلوہ تابیاں معلوم
آئینہ میں ہوں خود ہمیں نہ کہیں

نگہِ شوق بار بار نہ دیکھ
اور ہو جائیں وہ حسیں نہ کہیں

کس تجاہل سے کہتے ہیں انور
تمہیں دیکھا تو ہے کہیں نہ کہیں

○

لب پہ نغمہ نہیں نالہ نہیں فریاد نہیں
ہے تری یاد بھی کیا یاد کہ کچھ یاد نہیں

مجھ پہ یہ ظلم نہیں اے مرے صیاد نہیں
میں ہوں برباد محبت تجھے کیا یاد نہیں

لاؤ پھر درد کو مضرابِ رگِ جاں کر لوں
وہ سمجھتے ہیں خموشی مری فریاد نہیں

دیکھ لیتا ہوں انھیں رحم طلب آنکھوں سے
رخصتِ گریہ نہیں جرأتِ فریاد نہیں

میری ویران نگاہوں سے برستا ہے جنوں
کون کہتا ہے کہ یہ صورتِ فریاد نہیں

وہ میرے نالۂ موزوں کو بھلا کیا سمجھے
جس کے دل میں خلشِ عشق خداداد نہیں

خلشِ درد کو اللہ سلامت رکھے
میری ہستی ابھی آباد ہے برباد نہیں

آپ کو کھو کے کھلا ہے یہ معمّا انور
جو رہِ عشق میں برباد ہے برباد نہیں

انتساب

اپنی بیٹی

تسنیم انور

کے نام

(ٹیچر رشیدیہ مڈل اسکول برکھیڑی بھوپال)

فون ۔ ۵۳۷۴۸۰

○

آج میں کر کے ساز باز اک مہ نیم ماہ سے
جھوم رہا ہوں گردشِ موجِ مئے نگاہ سے

دوڑ گئی رگوں میں پھر اک نئی موجِ زندگی
دیکھ لیا یہ کس نے آج اپنی جواں نگاہوں سے

پھر ہیں وہی تجلیاں پھر ہیں وہی تسلیاں
جھانک رہا ہے پھر کوئی روزنِ مہر و ماہ سے

دل ہے تمام طور سا پھیلا ہوا ہے نور سا
کس کی نگاہ لڑ گئی میرے دلِ تباہ سے

آپ بھی اب نہ داغ داغ ہے میں بھی ہوں آب آب سا
سمجھے خدا کرے کوئی اس دلِ داد خواہ سے

مجھکو تو چاہیئے وہی پھونک دے جو تمام تر
بخش نہ دے خدا کہیں معذرتِ گناہ سے

ختم ہی ہو گئی مگر زندگیٔ جواں میری
ملنے لگا سکون سا مسجد و خانقاہ سے

رہیئے نہ کیوں خموش اب تنگ ہے آہ بے اثر
دل بھی اچاٹ ہو گیا روز کی آہ آہ سے

اب اسی حسنِ ظن پہ ہے دار و مدارِ زندگی
ہوں گے کبھی تو منفعل آلوزِ بے گناہ سے

○

پھر مذاقِ دردِ آلود دل نشیں ہونیکو ہے
پھر جوانی کی صباحِ اولیں ہونے کو ہے
جلوہ گر ہے ان کا حسن یاسمیں ہونیکو ہے
وقفِ سجدہ پھر میرے دل کی جبیں ہونیکو ہے
پھر سرِ محفل کوئی پہلو نشیں ہونیکو ہے
زندگی پھر غیرتِ خلدِ بریں ہونیکو ہے
میری ہستی پھر سراپا شعریت ہو جائیگی
پھر نگاہ حسن نغمہ آفریں ہونیکو ہے
پھر کوئی بالائے بامِ آرزو آنے کو ہے
ذرہ ذرہ خاکِ دل کا پھر جبیں ہونیکو ہے
پھر میں دیپک کے سروں میں چھیڑتا ہوں سازِ غم
پھر میرا ہر بول آہِ آتشیں ہونیکو ہے
پھر کوئی دینے کو ہے مینا بکف آنکھوں سے جام
ساری دنیا پھر میرے زیرِ نگیں ہونیکو ہے
پھر میرے قدموں پہ جھکنے کو ہے فرقِ دوجہاں
مہرباں پھر مجھ پہ کوئی مہ جبیں ہونے کو ہے
میری غیرت پھونک کر رکھدے گی پھر اکثر مجھے!
میری حالت پردہ محجوب و حزیں ہونیکو ہے

لپٹ کر سو رہا ہوں لذّت دردِ محبت سے
یہ عشرت بعد مردن خاک میں ملتی ہے قسمت سے

سراپا شعر و نغمہ بن گیا کس کی عنایت سے
مرا دل اب عبارت ہے محبت ہی محبت سے

وہ فردوس بریں دراصل دوزخ سے بھی بدتر ہے
جو حاصل کیگئی ہو غیر کے لطف و عنایت سے

اگر فرقت ہی فرقت ہو تو پھر فرقت نہیں رہتی
میں ترے وصل کا بھی لطف اٹھالیتا ہوں فرقت سے

تمنا ہے کہ رہنے دے یہی احساس وہ مجھ میں
کہ اک میں ہی فقط محروم ہوں اسکی عنایت سے

یہ دنیا سے الگ رہنا بھی کچھ اچھا نہیں زاہد
بغاوت ہے یہ منشائے الٰہی کی اطاعت سے

شرارت کچھ انھیں کی سمت سے ہوتی نہیں تنہا
مجھے بھی فطرتاً کچھ انسیت سی ہے شرارت سے

مجھے تو بتکدے ہی میں خدا بھی مل گیا زاہد
مسلماں ہو گیا ہوں بس اسی کفرِ محبت سے

یہ انور کون سی دنیا میں کھویا ہے کہ خود اسکو
سنا ہے آپ اپنی جستجو ہے ایک مدت سے

○

○

کافر نگاہ یوں تو لجائی ہوئی سی ہے
لیکن تمام بزم پہ چھائی ہوئی سی ہے

وہ اور مری طرف سے خلش و نگاہوں
یہ آگ دشمنوں کی لگائی ہوئی سی ہے

اب میں ہوں اور آٹھ پہر کی تپیدگی
رگ رگ میں ایک برق سمائی ہوئی سی ہے

لگتی نہیں طبیعت غمِ دوست عیش میں
جیسے کسی خلش کی ستائی ہوئی سی ہے

نکلی جو منہ سے بات تو اپنی کہاں، رہی
نکلی ہوئی زبان سے پرائی ہوئی سی ہے

انور رواں ہے رگ و پے میں کوئی شے
مجھ میں مجھی کو ڈھونڈھنے آئی ہوئی سی ہے

○

نگاہِ لطف سے جب حسن کا رخ بھی اِدھر ہو گا
تو ذرہ بھی ہائے کیا مخصوص اندازِ نظر ہو گا
جہانِ حسن کے پاکیزہ جلوہ منعکس ہونگے
تیرا پردے میں چھپنا ہی میرا حسنِ نظر ہو گا
زباں شرمندۂ الفاظ اس کے سامنے کیوں ہو
نگہ کی التجاؤں کا نہ جس پر کچھ اثر ہو گا
محبت کی نگاہیں حسن کو چھپنے نہیں دیتیں
نہ ہو گا جلوہ گر ظالم تو پھر بھی جلوہ گر ہو گا
سکوتِ شب میں غم آمیز تسکیں ہو ہی جائیگی
خدا رکھے تصور آپ کا یوں ہی اگر ہو گا
کسی کو دیکھکر ایک گدگدی سی دل میں ہو جس سے
محبت کا بہت معصوم وہ تیرِ نظر ہو گا
مسرت کی گھڑی کیوں ڈھونڈیئے دورِ محبت میں
وہی تو زندگی ہے اضطرابِ غم اگر ہو گا
کسی کافر کی صورت دیکھنا بھی اب گوارہ ہے
حسیں کوئی بھی دیکھو ایک وہی پیشِ نظر ہو گا
محبت ہی محبت کی بہاریں جھومتی ہوں گی
تبسم ہی تبسم وصل میں پیشِ نظر ہو گا
محبت ظاہری اسباب سے بیگانہ تر اچھی
نہ ہو گا وہ تیرا جلوہ جو پابندِ نظر ہو گا
جہاں فریاد کی آواز سنتے ہیں وہ کہتے ہیں
وہی آنور وہی مجنوں وہی شوریدہ سر ہو گا

○

پکھ اس ادا سے تجھے جلوہ بار دیکھا ہے
کہ ہر نظر کو ترا پردہ دار دیکھا ہے

تجھے قرار کے پردے میں بھی دل بیتاب
کس نظر کی طرح بے قرار دیکھا ہے

وفا کے بھیس میں اک بے وفا کو پھر ہم نے
نگاہیں نیچی کیے ہوئے شرمسار دیکھا ہے

جو حرف سوز و خلش تھا کبھی اسی دل کو
بنا ہوا خلش روزگار دیکھا ہے

کرم تو اپنی جگہ پھر کرم ہے ہم نے تو
ستم میں بھی کرم خاص کار دیکھا ہے

امید و یاس کے سلسلہ کو آہ نہ پوچھ
کہ جس میں ہم نے ترا انتظار دیکھا ہے

تمام عمر تری جستجو میں گزری ہے
تمام عمر ہم کنار دیکھا ہے

نہ پوچھیے دل مرحوم کی شگفتہ دلی
یہ خواب ہم نے فقط ایک بار دیکھا ہے

وہ آج ہے مرے دل کا قرار اے انور!
نہ جانے اس نے کسے بے قرار دیکھا ہے

○

آل انڈیا مشاعرہ جودھ پور منعقدہ ۱۳ر ۱۴ ر ۱۵ ر نومبر ۱۹۶۷ء کی مطرحہ غزل

مصرعۂ طرح :- "مجھ سے دیکھا نہ گیا حسن کا رسوا ہونا"

(اصغر گونڈوی)

دلِ خود دار کا مجبورِ مدادا ہونا
ہائے اس ننگ کا اور مجھ سے گوارا ہونا

مَیں نے چاہا تھا کہ اپنوں کو پرکھ لوں لیکن
غیر ممکن ہے خود اپنا بھی شناسا ہونا

آج تک یاد ہے وہ نیم نگاہی اُس کی
وہ مرے ہوش کا افسانۂ موسیٰ ہونا

کتنا پُر کیف ہے کس درجہ عزیزِ دل ہے
وہ مرے خواب کا اک خوابِ زلیخا ہونا

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہوا کیا آخر!
ورنہ دل اور اِسے آجائے شکیبا ہونا

بڑھ گئی اور بھی بیتابیٔ دل تو اؔنور
اک غضب ہو گیا اظہارِ تمنّا ہونا

○

جیتے جی مردہ ہوں اب مجھ میں کہاں ہے زندگی
کوئی دن کی اور انور مہماں ہے زندگی

غنچے غنچے کے تبسم سے عیاں ہے زندگی
پتے پتے کے ترنم میں نہاں ہے زندگی

کیف میں جھومی ہوئی بہکی ہوئی مہکی ہوئی
جیسے موجِ بوئے بادہ میں رواں ہے زندگی

تم کو کیا دیکھا کہ میری جان میں جان آ گئی
میں سمجھا جیسے مجھ پہ مہرباں ہے زندگی

پوچھتا پھرتا تھا ایک ایک سے رموزِ زندگی
کیا خبر تھی آپ ہی اپنا بیاں ہے زندگی

زندگی ہی نے بتائی شاہراہِ زندگی
لوگ تو کہتے تھے اک سنگ گراں ہے زندگی

زندگی نے خود بخود نہ اکر دیے بندِ نقاب
میں سمجھتا تھا کہ ایک سرِ نہاں ہے زندگی

کم سے کم اتنا تو اک دن آ کے سمجھا دو مجھے
سرگراں تم ہو کہ مجھ سے سرگراں ہے زندگی

حالِ دل صورت سے ظاہر ہو تو پھر میں کیا کہوں
عشق میں گویا بجائے خود زباں ہے زندگی

اب نہ میں بے ہوش ہوں انور نہ مجھ کو ہوش ہے
بیخودی کی ایک شرحِ داستاں ہے زندگی

○

○

○

مجھ پہ آفت نگہِ ہوش رُبا لے آئی
لطف کے رنگ میں پیغام قضا لے آئی

صبحِ فردوس ترے رخ کی ضیا لے آئی
شامِ امید تری زلفِ دوتا لے آئی

دِل ہے موجود رہِ عشق میں کیا حضرتِ خضرؑ
میری تقدیر ہی خود قبلہ نما لے آئی

مسکراتی ہوئی اٹھلاتی ہوئی گاتی ہوئی
آج پیغام ترا بادِ صبا لے آئی

ہوتے ہی میرے تصور میں طلوعِ خورشید
شبنمِ اشک مری چشمِ وفا لے آئی

کِتنی ذلّت سے نکلوائے گئے تھے انورؔ
پھر اسی بزم میں حضرت کو قضا لے آئی

○

عشق میں چور بھی ہوں پیر و منصور بھی ہوں
یعنی میں طور بھی ہوں برقِ سرِ طور بھی ہوں

جانِ انورؔ تجھے معلوم نہیں حال میرا
ہوں تو دنیا ہی میں دنیا سے مگر دور بھی ہوں

تو میرے ٹوٹے ہوئے دل کی نواؤں پہ نہ جا
ساز ہی ساز نہیں سوز سے معمور بھی ہوں

گو ہر اک بات میں آزاد ہوں مختار ہوں میں
پھر بھی اک بات کچھ ایسی ہے کہ مجبور بھی ہوں

رگ و پے میں تو سما فطرتِ پرسوز تو دیکھ
میں فقط خاک نہیں نار بھی ہوں نور بھی ہوں

دیکھنے ہی کی یہ آنکھیں ہیں نظر خاک نہیں
جلوے آنکھوں میں بھی ہیں دید سے معذور بھی ہوں

آپ کو چاہتا ہوں جب آپ کو کھو دیتا ہوں
یہ عجب وصل کا عالم ہے کہ مہجور بھی ہوں

منکہ

نورالدین نام انور تخلص۔ بمقام پُرانی سبزی منڈی ابراہیم پورہ بھوپال اندرون باب قاضی زین العابدین اپنے موروثی مکان میں ۱۸ر اکتوبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا بچپن میں ہی یتیم بھی ہو گیا اور یسیر بھی۔ والدہ کی زندگی تک حفظِ قرآن کی دولت سے بھی بہرہ مند ہوتا رہا۔ پھر فاضلِ عربی ادبیات، فاضلِ دینیات، فاضلِ طب، اردو اعلیٰ قابل (الٰہ آباد سے) فاضل درسِ نظامی (بھوپال سے) منشی فاضل (پنجاب سے) بی اے اور M.D. ہومیو (راجستھان سے) کے امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کی۔ جولائی ۱۹۳۲ء سے جولائی ۱۹۶۸ء تک محمد علی میموریل ہائر سکنڈری اسکول بیاور ضلع اجمیر میں مشرقی علوم کا صدر مدرس رہا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے وطن بھوپال آگیا جہاں اس جھیلوں کی نگری نے میری پُرانی بیماری ضیق النفس میں شدت پیدا کر دی۔

نظم و غزل اور نثر میں علمی، تحقیقی، تنقیدی اور تاریخی مضامین لکھتا رہا جو ملک کے مقتدر رسائل و جرائد مثلاً نگار (لکھنؤ) شاعر (آگرہ) رومان اور کائنات (لاہور) آجکل (دہلی) تنویر و ہندوستان (کراچی) میں طبع ہوتے رہے۔ راجستھان میں کئی مشاعرے مشہور شعراء کے ساتھ پڑھے۔ بعض آل انڈیا مشاعروں میں بھی مولانا سیماب صاحب، جگر صاحب، ماہر القادری صاحب، شکیل بدایونی اور آفسر امروہوی وغیرہ کے ساتھ شریک ہوا۔

شعر و سخن کا بچپن سے شوق تھا۔ بھوپال کی شاعر خیز فضا نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اپنی طالب علمی کے زمانے میں یہاں حضرت سُہا مجددی (مصنف مطالبِ غالب) استاد حضرت ذکی وارثی اور بھوپال کے دیگر استاد شعراء حضرت حامد سعید خاں، شریف صاحب فکری بھوپالی، حضرت سید حسین صاحب سید بھوپالی، شمبھو دیال صاحب سخن بھوپالی، حضرت فہمی ترمذی بھوپالی، قیم صاحب سیف بھوپالی

Library Incharge
M.P. URDU ACADEMY

قابلِ رحم ہوں اے دوست میرا حال نہ پوچھ
ہوں ہم آغوش بھی اور تجھ سے بہت دور بھی ہوں
یہ تو اک جبر ہے تراگہ میں مختار نہیں
ورنہ تو بہ میں کسی بات میں مجبور بھی ہوں
اب محبّت ہی محبت ہے عیاں اور نہاں
میں اسی چادرِ سیماب میں مستور بھی ہوں
تجھ کو معلوم ہے اپنا ہی مجھے ہوش نہیں
ورنہ مختار ہوں ہر چند کہ مجبور بھی ہوں
آج شاید غمِ احساس کی تکمیل ہوئی
کہ ترے عشق میں مغموم بھی مسرور بھی ہوں
اپنے ہی دل کا میں دیوانہ ہوا ہوں انور
آپ ہی اپنی جفاؤں سے رنجور بھی ہوں

○

تو میرے حال پہ آنسو نہ بہانا اے دوست
جو لگا دی ہے اسے اب نہ بجھانا اے دوست

میرے ارماں بھرے دل کو مٹانا لیکن
بھول کر بھی کوئی ارماں نہ مٹانا اے دوست

جس پہ اللہ نے کھایا ہی نہیں کبھی رحم
تو بھی رحم اس دل بیکس پہ نہ کھانا اے دوست

درد خود ہی نہ کہیں درد کا درماں ہو جائے
درد کو حد سے زیادہ نہ بڑھانا اے دوست

رات بھر ترے تصوّر سے ہوا کیں باتیں،
ہم نے فرقت میں بھی فرقت کو نہ مانا اے دوست

تیرا کیا تو تو زمانے کو بھلا بیٹھا ہے
ہمیں آیا ہے نہ آئیگا بھلانا اے دوست

سخت بے مہر ہے یہ خود غرضوں کی دنیا
میری باتوں میں بھی زنہار نہ آنا اے دوست

وہ حسیں رات وہ اک کیف میں ڈوبی ہوئی رات
بر بط ماہ پہ وہ ترا اترانا اے دوست

یاد کر کر کے تڑپتا ہے دل راز ہنوز
بھولتا ہی نہیں وہ خواب سہانا اے دوست

چند گھڑیوں میں شب وصل کی اسکو انور
سرگذشت غم ہجراں نہ سنانا اے دوست

○

دل میں ترے سما نہیں سکتے ہیں کیا کریں
اپنا تجھے بنا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

دنیا میں ایک رات بھی غنچہ کی مثل ، ہم
جی بھر کے مسکرا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

ترے بغیر نغمۂ سوزِ حیات کو
ہم سلذ دل پہ گا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

دل پر گذر رہی ہیں ہزاروں قیامتیں
لیکن تمہیں بلا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

جوشِ شباب حسن کا عالم نہ پوچھیے ،
وہ خود اسے دبا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

گردن جھکائے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں وہ
مجھ سے نظر ملا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

اس بیوفا کو اس کے ہی وعدے کئے ہوئے
ہم یاد تک دلا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

مجبور اس قدر ہیں کہ اے دوست ہم تجھے
دل چیر کر دکھا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

انور کو آرزو ہے مگر انجمن میں وہ
آنکھوں سے مسکرا نہیں سکتے ہیں کیا کریں

○

بے سکونی سے بھی اب حاصل سکونِ دل نہیں
دل ابھی سرمایہ دار جذبۂ کامل نہیں

ہم کو حالِ دل بیان کرنے سے کچھ حاصل نہیں
دل ہمارا خود زباں ہے گو زباں دل نہیں

اب رفیقِ زندگی بس اک تمہاری یاد ہے
زندگی ہر چند مشکل ہے مگر مشکل نہیں

کیا کروں تو ہی بتا اے جلوۂ حسرت فروش
سامنے وہ بھی ہیں اور دیدار بھی حاصل نہیں

اضطرابِ درد ہی سے زندگی ہے زندگی
درد جس دل میں نہ ہو وہ دل ہمارا دل نہیں

کیا کروں اے اضطرابِ شوق کچھ تو ہی بتا
وہ بھی اب میرے لیے وجہ سکونِ دل نہیں

زندگی اب زندگی ہے ہر نفس اک اضطراب
دل میں خوئے موج ہے خود دارئ ساحل نہیں

بھولی بھولی شکل ہے سر تا بپا معصوم ہو
کون کہتا ہے کہ تم قاتل ہو تم قاتل نہیں

میری حالت بھی وہی ہے ان کی عادت بھی وہی
میں تو انور گردشِ تقدیر کا قائل نہیں

○

شبِ تنہائی ہے اور بیخودی ہے	ہماری زندگی اب زندگی ہے
محبت اک حیاتِ سرمدی ہے	محبت زندگی ہی زندگی ہے
خوشی جس دن سے تم نے چھین لی ہے	غنیمت ہم کو اپنی بیخودی ہے
خلش جو جان لینے پر تلی ہے	وہی کمبخت جانِ زندگی ہے
بتا اے بیخودی اب کیا کروں میں	میری وارفتگی پھر بڑھ چلی ہے
وہ خود آغوش میں ہیں اور پھر بھی	رگ و پے میں خلش سی ہو رہی ہے
جیے جاتے ہیں گویا عادتاً ہم	ہماری زندگی کیا ہے یونہی ہے
نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں الٰہی	یہ کوئی زندگی میں زندگی ہے
ترے قربان اے ذوقِ محبت	مجھے حاصل حیاتِ سرمدی ہے
چمن کی پتی پتی کی زباں پر	ہماری سرگزشتِ زندگی ہے
تمہاری یاد ہے اب اور میں ہوں	یہی میری شریکِ زندگی ہے
تری فرقت سے بھی اے جانِ انور	محبت سی مجھے اب ہو چلی ہے
ملے تھے ایک دن انور سے ہم بھی	بڑا رنگین فطرت آدمی ہے
وہی ایک وادیٔ ہستی ہے اپنی	وہی پھر صرصرِ وارفتگی ہے

خدارا کچھ تو منہ سے بول انورؔ!
تجھے مدت سے کیوں چپ سی لگی ہے؟

○

غم دوراں جو نہیں ہے غم جاناں ہوتا
کچھ تو بالیدگیِ روح کا ساماں ہوتا
اپنی ہستی کا اگر کچھ ایسے عرفاں ہوتا
قطرۂ ہستی بے بود ہی طوفاں ہوتا
نشترِ حسن جو مضرابِ رگِ جاں ہوتا
ہر نفس عشق میں اک سازِ غزل خواں ہوتا
میں بھی اے کاش حریفِ غمِ جاناں ہوتا
رنگِ گلشن نہ سہی ننگِ بیاباں ہوتا
پھر پسِ پردہ جنوں سلسلہ جنباں ہوتا
کاش پھر موسمِ گل خواب پریشاں ہوتا
پھر تو میری ہی طرح وہ بھی پریشاں ہوتا
حسن اگر عشق کی صورت میں نمایاں ہوتا
میں اگر آئینۂ جلوۂ جاناں ہوتا
حسن خود میرے لیے آئینہ حیراں ہوتا

دشت تو دشت ہے آلوریہ وہ کافر دل ہے
باغ بھی جس کے لیے گوشۂ زنداں ہوتا

○

سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو اب حسرتِ زندگی نہیں
تری توجہات ہیں ورنہ کوئی کمی نہیں

محوِ نیاز و بندگی مست مئے خودی نہیں
تری خوشی سے خوش ہوں میری خوشی خوشی نہیں

لذّتِ بندگی نہیں ذوقِ فتادگی نہیں
جب سے نمازِ عشق میں آہِ سحرگہی نہیں

کشمکشِ حیات ہی تکملۂ حیات ہے
اس کے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

دل ہے تمام طور سا پھیلا ہوا ہے نور سا
تری نگاہ کی قسم اب کہیں تیرگی نہیں

بیخود بندگی ہوں میں بندۂ بیخودی ہوں میں
میرے نیازِ عشق میں شائبۂ خودی نہیں

درد تھا عین زندگی درد نہیں تو کچھ نہیں
زندگی اور بغیر درد موت ہے زندگی نہیں

رہئے نہ کیوں خموش اب آنورؔ نوحہ گوش دیب
پردۂ سازِ زندگی مائلِ نغمگی نہیں

○

مزہ الم میں نہیں لطف سوزِ جاں میں نہیں
سبب یہ ہے کہ تپش پردۂ فغاں میں نہیں

شبیہ اگر تمہیں آدم کی داستاں میں نہیں
تو پھر گناہ کوئی سجدۂ بتاں میں نہیں

سب اٹھ چکے ہیں محبت میں جس قدر تھے حجاب
میں اب وہاں ہوں جہاں کوئی درمیاں نہیں

خزاں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی بہار ہیں ہم
ہمارا نام مگر دفترِ خزاں میں نہیں

چمن کو ہم نے بنایا چمن مگر اے دوست
ہماری یاد بھی اب ذہنِ باغباں میں نہیں

ہمیں نے خونِ تمنا سے اس میں رنگ بھرا
ہمارا نام کہیں ساری داستاں میں نہیں

ترے کرم کی غلط بخشیاں ارے توبہ
میرے نصیب کے تنکے بھی آشیاں میں نہیں

پڑے ہوئے ہیں چمن میں بے رنگ بیگانہ
وہ میہماں ہیں جو ذہنِ میزباں میں نہیں

ترے فراق میں جو اشک خون بہاتی تھی
لہو کی بوند بھی اس چشمِ خوں فشاں میں نہیں

( )

گلوں کو بھی تو ہمیں گل بنانے والے ہیں
مگر ہنوز یہ احساس باغباں میں نہیں

ہنوز دل میں تڑپتی ہے آرزوئے سجود
مگر کشش ہی کسی سنگ آستاں میں نہیں

ترے نثار مرا حال پوچھنے والے
ترے کرم سے کوئی فرق دردِ جاں میں نہیں

کچھ ان کے سامنے یوں ہونٹ سل گئے انور
کہ تابِ نطق ہی گویا مری زباں میں نہیں

○

نگاہِ التجا کچھ کم نہیں بیمارِ ہجراں کی!
میں کیوں پھیلاؤں ہاتھوں کو ضرورت کیا ہے داماں کی

جنونِ فتنہ ساماں کو ہوس ہے پھر بیاباں کی
خبر بھی ہے تجھے ظالم میرے حالِ پریشاں کی

ہے کچھ تو وجہ خاموشی ستم گر ورنہ میں ہوں
اڑا ڈالی ہیں میں نے دھجیاں جیب گریباں کی

خدا رکھے محبت کو بڑی مشکل میں ڈالا ہے
کہ وہ پہلو میں ہیں پھر بھی خلش ہے دل میں ارماں کی

وہ بزم آرائیاں ہیں نقش ابتک قلبِ مضطر پر
میری روداد کیوں بن جائے زینت طاقِ نسیاں کی

نہ ہو کوئی تمنا اس تمنا کے سوا دل میں
تصور میں لئے جاؤں بلائیں روئے جاناں کی

محبت کا تصرف بھی الٰہی کیا تصرف ہے
دلِ مرحوم ایک تصویر مہرِ درخشاں، کی!

جسے نغمہ سمجھ کر تم مزے لے کر سنتے ہیں
وہ ایک فریاد ہے میرے دلِ برباد ساماں کی

دمِ آخر عیادت کے لئے جب آئے وہ انور
پذیرائی میں اک ہچکی سی لی جاں نذرِ مہماں کی

وغیرہ وغیرہ سے نیازمندانہ تعلقات رہے جس زمانے میں جگرؔ صاحب بھوپال تشریف لائے تھے گو مجھے طالب علمی کی غیر معمولی مصروفیت کے باوجود ان شعری وادبی محفلوں سے ۱۹۳۲ء میں مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوتا رہا تھا۔

شروع میں عربی میں شعر کہتا تھا، پھر فارسی کیطرف مائل ہوا۔ سب کے بعد شہرِ غزل بھوپال کی فضا اور خود میری افتادِ طبع نے غزل گو شاعر بنا دیا۔ میری نظمیں بھی غزل کے رنگ میں ڈوبی ہوتی ہیں نظم خواہ جنگ پر ہی کیوں نہ ہو اس میں بھی سلمیٰ ولیلیٰ کا ذکرِ خیر آہی جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ میں غزل گو شاعر ہوں۔ ویسے ہر صنف پہ قدرت بھی ہے اور عبور بھی ہے اور ایک ماہرِ فن کی حیثیت سے راجستھان میں جانا پہچانا جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے ہر طرح نوازا اس کی نوازشیں بہر اعتبار میرے شاملِ حال رہیں اب کہ جھیلوں کی نگری بھوپال میں زندگی کی ۸۵ ویں منزل میں ہوں اور دلِ زندہ نے ساتھ چھوڑ دیا ہے تو میں نے بھی اس کی رام کہانی کو خیر باد کہدیا ہے ۲۶ سال بیماری ضیق النفس (Asthama) کے متواتر حملوں اور ضعفِ پیری کے ہاتھوں گوشہ نشین ہوں

بس اب ضیق النفس ہے اور میں ہوں
یہی میری شریکِ زندگی ہے

جیتے جی مُردہ ہوں اب مجھ میں کہاں ہے زندگی
کوئی دن کی اور انورؔ میہماں ہے زندگی

جہاں تک تصنیف و تالیف کا تعلق ہے میں بہت کچھ لکھ گیا مختصرا یُوں سمجھ لیجئے۔

مجموعہ علمی و ادبی مضامین۔ تنقیدی و تحقیقی مقالات۔ مختصر افسانے (جن میں تراجم بھی ہیں)۔ عالمگیر (ڈراما) یوسف زلیخا (ڈراما) ادریس (ناول) بلیدان (طویل ڈراما)۔ کمار (ناول) محاسنِ کلام ابوطیب کندی المعروف بہ متنبی۔ رسالہ فصاحت و بلاغت۔ رسالہ علمِ نجوم سے متعلق۔ رسالہ علمِ عروض۔ غزلوں اور نظموں کا مجموعہ وغیرہ وغیرہ۔

مضامین میں۔ گورِ غریباں (تنقیدی) گرے اور اسکی ایلجی۔ وردس ورتھ۔

○

محروم ہو کے زخمِ نگاہِ بتاں سے ہم
نا آشنا ہیں لذتِ دردِ نہاں سے ہم

وہ عیش اضطراب نہ وہ اضطراب عیش
اب زور مرتے ہیں کشمکشِ امتحاں سے ہم

آیا وہیں سے ایک جہاں ہو کے بامراد
ناکامیاب ہو کے چلے ہیں جہاں سے ہم

فردوس میں نہ سازِ محبت نہ سوزِ غم
باز آئے ایسی زندگیٔ جاوداں سے ہم

دل ہی سے پوچھئے خلشِ دل کی لذتیں
لطفِ نگاہِ ناز کہیں کیا زباں سے ہم

بیٹھے ہوئے ہیں چھپ کے نشیمن میں آج کل
کچھ برق سے ڈرے ہوئے کچھ باغباں سے ہم

بیچارگی نے اور تھکا کر بٹھا دیا
جائیں کہاں اب اٹھ کے ترے آستاں سے ہم

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

○

آنکھیں شریکِ حال ہیں منہ میں زباں نہیں
مجبوریاں ہیں ورنہ محبت کہاں نہیں
جس میں حیاتِ دوست کی رنگینیاں نہیں
اللہ کی قسم وہ میری داستاں نہیں
میں خوب جانتا ہوں فریبِ نگاہِ دوست
ہر چند مہرباں ہے مگر مہرباں نہیں
پردے میں بیٹھ جائیں وہ چھپ کر ہزار بار
میری نگاہِ شوق سے جلوے نہاں نہیں
اللہ! اُن کے سامنے کیوں کر بیاں کروں
وہ حالِ دل جو لائقِ شرح و بیاں نہیں
کس درجہ بیخودی نے کیا مجھ کو بے نیاز
اب مطلقاً تصورِ سود و زیاں نہیں
بھر لوں نظر میں حسن کسی کے شباب کا
خودداریاں میری ابھی مجھ پر گراں نہیں
جو کچھ بھی کہہ رہے ہو فسانہ ہے دوست کا
انور تمہارے منہ میں تمہاری زباں نہیں

○

جب تک تری آنکھوں کا اشارہ نہ ہوا تھا
یہ نظمِ دو عالم تہ و بالا نہ ہوا تھا
کرنا ہی پڑا وہ بھی گوارہ تری خاطر
جو ننگ کبھی ہم سے گوارا نہ ہوا تھا
میں اور یہ عرفانِ جنوں اے نگہِ یار
میں تو کبھی اپنا بھی شناسا نہ ہوا تھا
دن رات تری یاد ترا ذکر تری فکر
مجھ سا بھی کوئی محوِ تمنا نہ ہوا تھا
پھر بھی ہمہ تن بن ہی گیا حیرتِ جلوہ
حالاں کہ دلِ زار شکیبا نہ ہوا تھا
اب کیوں وہی آدم سراپائے جہالت
جو نابلدِ معنیٔ اسما نہ ہوا تھا
تو اور تجلائے کرم اے مہِ انور
یہ خواب تو تعبیر شناسا نہ ہوا تھا

○

کس قدر پر کیف ہیں یہ سانولی راتیں مری
بے تکلف کوئی کرتا ہے مداراتیں مری
ہے شہیدِ نغمۂ مستانہ ہر ذوقِ سلیم
غیرتِ اہلِ چمن ہیں آج کل باتیں مری
کیا مزے لیکے سنتے ہیں جوانانِ چمن
پردہ اشعار میں بہکی ہوئی باتیں مری
عالمِ شعر و ترنم میں بسر ہوتی ہے عمر
ہائے یہ میری جوانی ہائے یہ راتیں مری
دیکھتا ہوں بیٹھ کر ساتھ اسکے بوندوں کی بہار
کیا کہوں کیا چیز ہیں امسال برساتیں مری
اک نگارِ آتشِ رُخ ہے میرا پہلو نشیں
صبحِ فردوس بریں ہیں ان دنوں راتیں مری
نقدِ ایمان نقدِ جان نقدِ نظر اور نقدِ دل
حسن کو مرغوب ہیں اب ساری سوغاتیں مری
یہ نوازش یہ کرم یہ مرحمت یہ مکرمت
کس قدر کرتے ہیں وہ خاطر مداراتیں مری
غیرتِ مریم ہے میں ہوں اور میری خلوتیں
کس قدر معصوم ہیں انور ملاقاتیں مری

○

محبت میں شوریدہ سر اور بھی ہیں
ہمیں اک نہیں بے خبر اور بھی ہیں

دل و دیدہ ہی پر نہیں منحصر کچھ
کہ ان کے سوا پردہ دار اور بھی ہیں

تمہیں کو اگر میری پروا نہیں ہے
تو پروا نہیں چارہ گر اور بھی ہیں

تمہاری ہی نظریں غضب ڈھا رہی ہیں
کہ ہم رنگ برق و شرار اور بھی ہیں

غم عشق ہے بہترین مشاغل
ہمیں ورنہ کار ہنر اور بھی ہیں

کرم ہے کہ مجھ پر کرم کی نظر ہے
اگرچہ شہید نظر اور بھی ہیں

اگر ساری دنیا ہو مفتوح پھر بھی
مقامات فتح و ظفر اور بھی ہیں

تعین کے پردے اٹھا کر تو دیکھیں
حجابات اہل نظر اور بھی ہیں

محبت ہی پر کیا ہے موقوف انور
سوائے محبت ہنر اور بھی ہیں

○

فسانۂ عہد محبت کا پھر دراز رہے
اسی کی یاد نہ ہی لطف دل گداز رہے
کچھ اس ادا سے وہ ظالم کرشمہ ساز گئے
نفس نفس میں سما جائے پھر بھی راز رہے
نہ کیفِ نغمہ رہے اور نہ کیفِ ساز رہے
وہ نے نواز جو یک لحظہ نے نواز رہے
نہ اب نشانِ خودی ہے نہ بیخودی ورنہ
نگاہِ یاس بھلا پردہ دارِ راز رہے
اسی نظر کی جنوں کاریاں معاذاللہ
جو ایک عمر تری رازدارِ راز رہے
ترے نثار مرا حال پوچھنے والے
نہ دل اور درد میں کوئی تو امتیاز رہے
وہ ایک ہم کہ نہیں کچھ بھی اپنی جان کا ہوش
وہ ایک تم کہ بہر کیف مست ناز رہے
کسی مسرتِ رفتہ کی یادگار ہے غم
خدا کرے کہ یوں ہی دل میں سوز و ساز رہے
بساطِ ہستی اگر ہے ایک سازِ خموشی
اگرچہ تیرے تصور سے ساز باز رہے

○

تری نگاہ کے قابل نہیں تو کچھ نہیں
یہ دل خدا کی قسم دل نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ دردِ داغ یہ آہ و فغاں یہ سوز و گداز
سوائے حسرت حاصل نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ گریۂ سحری ہو کہ آہِ نیم شبی
حریف مطلبِ مشکل نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترے رکوع و سجود اور ترے قیام و قعود
حضورِ قلب کے حامل نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ اضطراب یہ ذوقِ یقیں یہ شوقِ عمل
دلیلِ زندگیٔ دل نہیں تو کچھ بھی نہیں

تغیراتِ مسلسل حوادثِ پیہم
تمام عمر کا حاصل نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ جبر و قدر مشیت یہ قوتِ فطرت
بقدرِ حوصلۂ دل نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ آرزوئے مسلسل یہ جستجوئے مدام
نشانِ جذبۂ منزل نہیں تو کچھ بھی نہیں

جسے زبانِ محبت میں طور کہتے ہیں
وہ دل اگر تری منزل نہیں تو کچھ بھی نہیں

ترے بغیر تو فردوس بھی جہنم ہے
بہشت اگر تری محفل نہیں تو کچھ بھی نہیں

تجلیاتِ محبت میں ڈوب کر انور
ز فرق تا بقدم دل نہیں تو کچھ بھی نہیں

○

اک شمعِ لاشریک سے اب لو لگا کے ہم
بیٹھے ہیں اس کے دھیان میں گردن جھکا کے ہم

نظروں کو بارِ شرم و حیا سے جھکا کے ہم
پہلو نکال لیتے ہیں نئے التجا کے ہم

بھول آئے فرطِ شوق میں ہوش و حواس بھی
پہلے پہل کسی کی زیارت کو جا کے ہم

اوّل تو ان کی بزم سے اٹھنا محال ہے
اٹھیں گے بھی تو نقشِ محبّت بٹھا کے ہم

مجبوریاں ہیں ورنہ ترے در پہ آ کے ہم
اٹھتے نہ پھر جو بیٹھتے دھونی رما کے ہم

دل کو جواب وادیٔ ایمن بنا دیا
ممنون ہیں معنیٔ آتش نوا کے ہم

الجھے ہوئے ہیں دامِ فریبِ امیّد میں
دل کو اسیرِ زلفِ محبّت بنا کے ہم

سوچا ہے دیکھ کر یہ تری بے نیازیاں
پوجا کریں تجھی کو بجائے خدا کے ہم

تم نے تو اور زندۂ جاوید کر دیا
ارمان میں تھے جلوۂ برقِ فنا کے ہم

رویا کیے جنونِ محبّت میں رات دن
تصویر ان کی دیدۂ دل سے لگا کے ہم

دونوں جہاں کی قید سے آزاد کر دیا
احسان مند ہیں دلِ درد آشنا کے ہم

اُلٹا اب اپنے دل کا مداوا کریں گے آپ
درماں کو درد کو درماں بنا کے ہم

○

جس زندگی میں دردنہیں بیکسی نہیں
اللہ کی قسم وہ میری زندگی نہیں
جس عاشقی میں شائبۂ بیخودی نہیں
وہ کوئی اور شئے ہے مگر عاشقی نہیں
وہ راز جس کو دل میں چھپائے ہوئے ہوں میں
ہرچند گفتنی ہے مگر گفتنی نہیں
بالکل بجا کہ مجھ کو جنونِ نیاز ہے
لیکن مرے نیاز میں کفرِ خودی نہیں

لارڈ ٹینی سن - میرا بائی - مصطفےٰ کمال - نیاز اور نگہٹ (تنقیدی) جدید فارسی کے ترجمے حکیم نباتات - وکلاء مرافعہ - نصف تاریخ وصاف - نقرئی شمعدان وغیرہ وغیرہ بہت کچھ ہے رسائل میں شائع شدہ ہے مگر کتابی صورت میں غیر مطبوعہ ہے۔

میری زندگی میں اگرچہ کوئی خاص واقعہ تو رونما نہیں ہوا پھر بھی بعض واقعات کچھ ایسے بھی ہیں جن کی یاد سے اب بھی سوز حاصل کر لیتا ہوں۔

ملازمانی زندگی میں اسکول میگزین کا ہمیشہ ایڈیٹر رہا۔ جنرل الیکشن میں پریسائیڈنگ آفیسر نامزد ہوا۔ بیاور میں جتنے بھی ادبی فنکشن ہوئے (سرکاری یا غیر سرکاری) ان سب کا کنوینر رہا۔ سینکڑوں مشاعرے کئے جن میں سیماب صاحب، جگر صاحب، افسر ام دہوی اعجاز صدیقی (مدیر ماہنامہ شاعر بمبئی) وغیرہ کو بلایا۔

انگریزی اور قدیم وجدید عربی و فارسی میں مطالعہ جاری رکھا۔ سینکڑوں شاگرد ہندو پاک کے ہوئے۔ بہت سے شاگرد راجستھان میں مشق سخن کر رہے ہیں۔ اجمیر سینٹرل ایجوکیشن بورڈ، نیز راجستھان ایجوکیشن بورڈ میں مدتوں ہائی اسکول اور ہائر سکنڈری اسکول کے امتحانات میں اردو فارسی کا ہیڈ اگزامنر رہا۔ اجمیر میرواڑہ ٹیچرس ایسوسی ایشن کا نائب صدر رہا۔ اسکول میگزین کا ہمیشہ ایڈیٹر رہا۔ اسکول کی ۳۶ سالہ ملازمت کے علاوہ بہت سوں کو پنجاب، الٰہ آباد سے اور بعد میں علی گڑھ سے منشی کامل، ادیب کامل ادیب ماہر، منشی فاضل ادیب فاضل وغیرہ کا نصاب پڑھا کر امتحانات میں کامیاب کرایا۔ بی۔اے اور ایم۔اے کے اب بھی عربی و فارسی طلبہ کو عربی فارسی بالترتیب پڑھانے کا مشغلہ جاری رکھا ہے۔ بی۔اے طالبات کو عربی کا مدتوں درس دیا۔

شاعری میں مولانا سیماب صاحب سے اصلاح لیتا رہا۔ "حدیثِ دل" میرا پہلا شعری مجموعہ ہے مجھے امید ہے کہ اربابِ ذوق میں اس کی پذیرائی ہوگی۔

سید نور الدین انور بھوپالی

۲۵ ستمبر ۱۹۹۵ء

○

اگر نشۂ عشق میں چور کر دوں
تو میں تجھکو تجھ سے بہت دور کر دوں
تمنّا ہے رکھ لوں تجھے اپنے دل میں
زمانے کی نظروں سے مستور کر دوں
سکھا کر تجھے کافرانہ ادائیں
جو اپنی اداؤں سے مسحور کر دوں
نگاہوں میں اپنی ترا حسن بھر کر
جہاں کی فضاؤں کو مخمور کر دوں
اگر میرے امکان میں ہو تو یا رب
محبّت ہی دنیا کا دستور کر دوں
کچھ ایسی تڑپ دل میں پیدا کر دوں میں
تجھے بھی محبّت پہ مجبور کر دوں
دکھا کر زمانے کو داغِ محبّت
نگاہوں کو افسانۂ طور کر دوں
عجب دل لگی ہو اگر تجھ کو ظالم
میں دل کے لگانے پہ مجبور کر دوں
اگر کام لوں ضبط سے اپنے انور
اسے دل کے ہاتھوں سے مجبور کر دوں

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

○

خونِ دل پیتے رہے لختِ جگر کھاتے رہے
یوُنہی دیوانے شبِ غم دل کو بہلاتے رہے

وہ نہ آئے جن کی باتوں میں ہے جادو کا اثر
یوں تو اور احباب سمجھانے کو سمجھاتے رہے

وادیٔ دل میں چلیں گو آندھیاں غم کی مگر
یاس سے دنیائے غم کے سارے غم جاتے رہے

مرنے والے دردسے مجبور ہو کر عمر بھر
غم یہ غم کھائے نہ جاتے تھے مگر کھاتے رہے

سازِ دل کو آج پھر مضرابِ غم سے چھیڑ کر
وجد میں آ آکے تڑپے اور تڑپاتے رہے

چشمِ گریاں، سینہ ویراں، دِل تپاں تَو ژولیدہ مُو!
حال سے بے حال ہو ہو کر مزے پاتے رہے

تذکرہ ہوتا ہے دنیا میں تو ہونے دو مگر
تم نہ کہنا آج انور جان سے جاتے رہے

○

نہ کوئی نغمہ ہوں نہ سازِ خوش نوا ہوں میں
شکستِ شیشۂ دل کی مگر صدا ہوں میں

وہ جلوہ بار ہیں جس سمت دیکھتا ہوں میں
تجلیاتِ محبت میں گھر گیا ہوں میں

نگاہِ یاس میری ترجمانِ دل کیوں ہوے
خود آرزوئے مجسم بنا ہوا ہوں میں

بہارِ حسن و شباب بہار یا اللہ
بس اک نگاہِ سراپا بنا ہوا ہوں میں

تمام روح کھنچ آئی ہے دونوں آنکھوں میں
یہ کون سامنے ہے کس کو دیکھتا ہوں میں

حریمِ حسن سے یہ کون ہے تجلی ریز
تمام حیرتِ جلوہ بنا ہوا ہوں میں

خیالِ حسن و شراب و سرشک و نغمہ و درد
نشاط و رنگ مجسم بنا ہوا ہوں میں

یہ کون جلوہ نما ہے کہ آج پھر سرِ بزم
شرابِ حسن نگاہوں سے پی رہا ہوں میں

یہ کس نے چھیڑ دیا سازِ زندگی اے انور
تمام نغمہ و فریاد بن گیا ہوں میں

○

موت ہی کو بھیج دے یارب کہیں میرے لیے
ایک آفت ہے دلِ تنہا نشیں میرے لیے

پھر اسی کافر وطن کی یاد نے تڑپا دیا
آسماں سے کم نہیں جس کی زمیں میرے لیے

پھر لیے جاتا ہے ظالم دل اسی کوچے میں آج
دوسرا کوفہ ہے جس کی سرزمیں میرے لیے

گرچہ ہے مسدود راہِ وحی لیکن وقتِ فکر
بھیج دیتا ہے خدا روح الامیں میرے لیے

شکر ہے اس خالقِ کونین کا جو وقتِ فکر
کھول دیتا ہے درِ عرش بریں میرے لیے

آسماں تو آسماں ہے یہ زمیں بھی کم نہیں
بجلیاں رکھتی ہے زیرِ آستیں میرے لیے

جب کبھی انورؔ سوئے منزل اٹھاتا ہوں قدم
دوست بن جاتے ہیں مارِ آستیں میرے لیے

اس بھری محفل سے انورؔ ایک دن اٹھ جاؤنگا
مدتوں رویا کریں گے ہم نشیں میرے لیے

○

محبّت کے نشہ میں اس قدر ہیں چور ہم دونوں
کہ فرقت کے تصور سے ہیں کوسوں دور ہم دونوں
ہیں دنیا اور ما فیہا سے کوسوں دور ہم دونوں
نہ پوچھو اب کہاں ہیں ان دنوں مسرور ہم دونوں
یہی فردوس ہے فردوس اور پھر کس کو کہتے ہیں؟
کہ میں اور میری سلمیٰ عشق میں ہیں چور ہم دونوں
محبّت نے کیا ہے اس قدر یک وجان و دو قالب
بہم دیگر بجائے خود ہیں اب منظور ہم دونوں
نہیں ہے امتیازِ شاہد و مشہود اب کچھ بھی
ردائے نورِ الفت میں ہیں یوں مستور ہم دونوں
شبانہ روز سوتے ہیں نہ سونے دیتے ہیں باہم
سکھاتے ہیں محبّت کے بہم دستور ہم دونوں
فضا میں بجلیاں ہی بجلیاں سی کوند اٹھتی ہیں،
مئے نغمات سے ہوتے ہیں جب مخمور ہم دونوں
ہزاروں طور پیدا کرتے پھرتے ہیں زمانے میں
دکھا کر اپنا اپنا جلوۂ مستور ہم دونوں
ہر ایک ذرے میں دوڑاتے ہیں الفت بار نغموں سے
شرابِ زندگی ایک موجِ نور ہم دونوں

○

ہے میرے سامنے تصویرِ چشمِ یار ہنوز
میں پی رہا ہوں مئے حسنِ بار بار ہنوز
تمام رات وہ اُٹھ اُٹھ کے بیٹھنا تو بہ
میری نگاہ میں ہے حشرِ انتظار ہنوز
بقدرِ شوق ترا دردمندِ عشق ہوں میں،
بقدرِ ظرف میرا دل ہے بیقرار ہنوز
اگرچہ ایک دفعہ پی تھی زندگی کی شراب
بھگت رہا ہوں میں خمیازۂ خمار ہنوز
بہار روٹھ کے مجھ سے چلی گئی لیکن
میری نگاہ میں ہے جلوۂ بہار ہنوز
یقین ہے کہ وہ آنور یہاں نہ آئیں گے
اٹھا رہا ہوں مگر لطفِ انتظار ہنوز

○

ہو گئی ان سے محبت ہو گئی
پھر مجھے اک گونہ راحت ہو گئی

اضطرابِ غم سے راحت ہو گئی
بے کلی وجہِ مسرت، ہو گئی

راحتِ دل بھی مصیبت ہو گئی
یہ مری کیسی طبیعت ہو گئی

یا یہی کافر نظر تھی چارہ ساز
یا یہ ایسی بے مروت ہو گئی

غم میں اطمینان کی صورت نہ پوچھ
رنج سہتے سہتے عادت ہو گئی

پھر کسی کافر پہ ایماں لائے ہم
پھر ہمیں حالِ بصیرت ہو گئی

ہو گئے آپس میں پھر راز و نیاز
پھر وہی خلوت میں جلوت ہو گئی

اس تصور سے تمہارے کیا کہوں
فرصتِ خلوت بھی غارت ہو گئی

حالِ انور پوچھتے ہو کیا کہوں
خامشی جزوِ طبیعت ہو گئی

○

جو دل کو غم کی جیتی جاگتی تصویر کہتے ہیں
نگاہِ ناز کو چلتی ہوئی شمشیر کہتے ہیں

وفورِ گریۂ بے اختیار، دل کا کیا کہنا
ہر آنسو کو ہجومِ درد کی تصویر کہتے ہیں

اب اپنی جستجو میں خاک اڑاتا ہوں بیاباں کی
مگر خوابِ محبت کی اسے تعبیر کہتے ہیں

مرا ہر سانس جو فریاد بھی ہے اور نغمہ بھی
کتابِ عشق کی ظالم اسے تفسیر کہتے ہیں

تصور کوشیاں وہ شامِ ہجراں کی معاذ اللہ
مجھے اب تک ستارے پیکرِ تصویر کہتے ہیں

وداعِ ہوش کی تمہید یعنی سیرِ گل انور
اسی کو اقتضاءِ خوبیِ تقدیر کہتے ہیں

ہے وطن کی سرزمیں بیحد حسیں میرے لیے
بھیجدی اللہ نے جنت یہیں میرے لیے

اس چمن کی ہر کلی ہے دل نشیں میرے لیے
یہ فلک میرے لیے ہے یہ زمیں میرے لیے

اب سکونِ زندگی حاصل نہیں میرے لیے
اِک مجسم درد ہے جانِ حزیں میرے لیے

اس دلِ مایوس نے مجھ کو نکما کر دیا
اب کوئی صورت نہیں اے ہمنشیں میرے لیے

خرمنِ دل پر مرے گرتی ہے یوں بے ساختہ
برق ہے ان کی نگاہِ خشمگیں میرے لیے

گردشِ ایام نے مجھ کو دکھایا ہے یہ دن
دوست بھی دشمن ہوئے ہیں ہمنشیں میرے لیے

شعر اور نغمہ سے بہلاتا ہوں دل اپنا فہیم
ہے یہی اب ایک شغل بہترین میرے لیے

فہرست

نعتیں

۱ دل مستِ مئے جلوۂ جانانِ محمدؐ۔ ۱۲

۲ تم مظہرِ عرفاں نورِ خدا یا سیدنا یا مولاناؐ۔ ۱۳

۳۔ مقبول ہوئی مدت میں دُعا سرکارِ دوعالمؐ آتے ہیں۔ ۱۴

۴۔ آپ کے روضۂ انور کا نظارا خواجہؐ۔ ۱۶

غزلیں

۱۔ میں بیخودِ بجود وہ غیض و جلال میں۔ ۱۸

۲۔ جہاں چاہو وہاں گلشن میں سن لو گفتگو میری۔ ۱۹

۳۔ اس بُت کی زباں پہ لو انورؔ پھر آج تمہارا نام آیا۔ ۲۰

۴۔ نہ لائے دیکھنے کی تاب جلوہ دیکھنے والے۔ ۲۱

۵۔ اب کیا سجاؤں عیش کی محفل ترے بغیر۔ ۲۲

۶۔ دردِ بے درماں پہ خود مرتا ہوں میں۔ ۲۳

۷۔ جذبِ دل کھینچ کے مجھ تک انھیں لایا ہی نہ تھا۔ ۲۴

۸۔ یُوں ہے وہ نغمہ سرا زہرہ نوا ہو جیسے۔ ۲۵

۹۔ یُوں آ رہے ہیں آج وہ مستِ شراب سے۔ ۲۶

۱۰۔ خوش آمدی بہارِ بداماں خوش آمدی۔ ۲۷

۱۱۔ چھیڑنا مجھ کو ہم نشیں نہ کہیں۔ ۲۸

۱۲۔ لب پہ نغمہ نہیں نالہ نہیں فریاد نہیں۔ ۲۹

۱۳۔ آج میں کر کے ساز باز اک مہِ نیم ماہ سے۔ ۳۰

۱۴۔ پھر مذاقِ درد انورؔ دل نشیں ہونے کو ہے۔ ۳۱

○

خدا ناکردہ کیوں مایوس ہوں میں تری رحمت سے
اسی باعث گناہ کرتا ہوں اور پھر وہ بھی کثرت سے

عنایت آپ کی ظلم و ستم سے بھی ہے مہلک تر
خدا محفوظ رکھے دشمنوں کو بھی عنایت سے

چھڑک لیتا ہوں زخموں پر نمک برقِ تبسم کا
مجھے راحت سی مل جاتی ہے تکمیلِ جراحت سے

اڑاتی ہیں مجھ ہی کو دھجیاں دامانِ غم کی بھی
ذرا فرصت تو مل جائے گریبانِ مسرت سے

تمنا ہے کہ رہنے دے یہی احساس وہ مجھ میں
کہ اک میں ہی فقط محروم ہوں اسکی عنایت سے

نہ پوچھو یہ کہ انور مبتلائے رنج و غم کیوں ہے؟
یہ باتیں پوچھنے کی ہیں کسی مجبورِ قدرت سے

○

میں گیت حسن و عشق کے گاتا چلا گیا
دُنیائے انبساط پہ چھاتا چلا گیا

دل سے دوئی کا رنگ مٹاتا چلا گیا
وہ ایک اپنا نقش بٹھاتا چلا گیا

میرے کہے بغیر بھی احساس تھا اُسے
پھر بھی میں اپنا حال سناتا چلا گیا

اس نے سُنا سُنا نہ سُنا میں تمام عمر
افسانۂ حیات سناتا چلا، گیا

اللہ رے عشقِ دوست کی معجز نمائیاں
ہر رنج کو نشاط بناتا چلا گیا

محویتِ خیال نے یہ حال کر دیا
تجھکو بھی رفتہ رفتہ بھلاتا چلا گیا

فکرؔ میں سادہ لوحئ فطرت کو دیکھ کر
ایمان کافروں پہ بھی لاتا چلا گیا

فکرؔ بھوپالی کے نام سے ابدولت کی غزل - مطبوعہ شاعر اپریل ۱۹۴۰ء
انور

○

خلوصِ شوق سے تمکو یہ بدظنی کیوں ہے
مجھے نہیں ہے محبت تو بیخودی کیوں ہے

میرے خدا تری دنیا میں سربراہی کو
یہ بدنہاد یہ بے چہرہ آدمی کیوں ہے؟

دھواں دھواں سا لٹا سا تباہ و ویراں سا
ہر اک گھر میں مرے گھر سی بے گھری کیوں ہے؟

وہ آنکھ جس سے میری کبھی بات تک نہ ہوئی
نہ جانے مجھے میرے خوابوں میں گھورتی کیوں ہے

وہ ناگ رانی جو غائب بھی ہو گئی ڈس کر
اب اس کی کھوج سپیروں کی زندگی کیوں ہے

کسی بدن کی وہ مانوس بھینی بھینی مہک
نفس نفس میں ابھی تک بسی ہوئی کیوں ہے

وہ پیڑ جس کے تلے میں کسی سے ملتا تھا
اب اسکی چھاؤں مری راہ روکتی کیوں ہے

وہ دل ہی دل میں اگر ٹوٹتا نہیں ہے تو پھر
اب اس کے چہرے پہ اس درجہ تازگی کیوں ہے

تمہارا حسنِ غزل جس کی جھوم کر گائے
اسی غزل کے مصنف سے برہمی کیوں، ہے

میں اجنبی ہی رہا جس کے بام و در کے لیے
وہ گھر مرے لیے فردوس زندگی کیوں ہے

مسافروں نے بسیرا کیا چلے بھی گئے،
یہ چھاؤں پیڑ کی اب تک بجھی بجھی کیوں ہے

وہ شخص جس کے لئے آج تک میں جلتا تھا
اسی کو میری محبّت سے دشمنی کیوں ہے

برا ضرور رہا ہوں لیکن بہت برا بھی نہیں
نہ جانے لوگوں کو مجھ سے ہی بدظنی کیوں ہے

ہمیشہ میں نے تو پھولوں کو دل میں دی ہے جگہ
نگاہ طنز لیے پھر بھی ہر کلی کیوں ہے

نہ دل نہ ہی نہ تسلّی نہ وعدہ ہے نہ وفا
تمہیں بتاؤ یہ انداز بے رخی کیوں ہے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا ہوا ہے مجھے
بہت دنوں سے طبیعت بجھی بجھی کیوں ہے

انھیں کے دم سے تو قائم ہے ہر بڑے کا بھرم
غریب لوگوں میں احساسِ کمتری کیوں ہے

جدید رنگ میں کاریگری بھی فن بھی ہے
سوال یہ ہے کہ تاثیر میں کمی کیوں ہے؟

میرے خلوص میں انور کوئی کمی ہے ضرور
نہیں تو بے اثری مجھ کو ٹوکتی کیوں ہے

○

اس کو سننے نہ دیا اور ہمیں کہنے نہ دیا
درد نے اٹھ کے کبھی آپ میں رہنے نہ دیا

اب وہ یالیدگیٔ روح کا سامان کہاں
غمِ دوراں نے غمِ یار بھی کہنے نہ دیا

ضبط سے کام لیا ہم نے بہت کچھ لیکن
راز کو راز مگر آہ نے رہنے نہ دیا

اب نہ بے ہوش ہوں میں اور نہ کچھ ہوش مجھے
بیخودی تو نے کسی حال میں رہنے نہ دیا

زندگی تو ہی بتا تجھ کو کہاں ڈھونڈنے جائیں
تو نے ہم کو تو کسی کام کا رہنے نہ دیا

اپنی کم مائگی و جرأت و ہمت نے فہیم
روبرو دوست کے اک حرف بھی کہنے نہ دیا

○

کسی کی یاد جو آئی تو اس قدر آئی
کہ ماسوا کی نہ اپنی ہی کچھ خبر آئی
لہو نچوڑ چکی روشنی کا جیب شبِ تار
اب آئی بھی تو یہ کس کام کی سحر آئی
جنوں فریبِ خرد میں کبھی نہیں آیا
کچھ ایسا رنگ محبت دلوں میں بھر آئی
یہ زندگی بھی محبت زدہ بشر کی طرح
ازل سے دربدر اور جنوں بسر آئی
سُنی جو میری جنوں آشکار کچھ باتیں
حسین آنکھوں میں مسکان سی ابھر آئی
بہت دنوں میں غریبوں کو یاد فرمایا
بہت دنوں میں اک امید آج بر آئی
مرا مزاج جو پوچھا کسی نے اے انور
تو دل کے درد سے پھر میری آنکھ بھر آئی

○

کچھ اس طرح میرے دل میں سما گئے ہیں وہ
ہر انجمن سے میرا دل اٹھا گئے ہیں وہ

ہر اک شے نظر آتی ہے ان کی ہی تصویر
تصورات پہ اس درجہ چھا گئے ہیں، وہ

وہ کیا گئے کہ سکوں ہی چلا گیا دل کا،
قرار آ گیا دل کو جب آ گئے ہیں، وہ

بجھا رہا تھا میں جس آتشِ محبّت کو
وہ آگ پھر مرے دل میں لگا گئے ہیں وہ

جدھر بھی دیکھئے اب وہی وہ ہیں پیشِ نظر
نقوش ایسے بھی دل پر بٹھا گئے ہیں وہ

بہانہ یہ تھا کہ آئے ہیں فاتحہ پڑھنے کو
میرا نشانِ لحد بھی مٹا گئے ہیں وہ

نہیں تھے وہ تو خزاں ہر طرف برستی تھی
بہار آ گئی جس دن سے آ گئے ہیں وہ

پھر اک سرور سا آنور ہے مرے دل میں ابھی
یہیں کہیں میری محفل میں آ گئے ہیں وہ

○

دل ہلاکِ کوششِ ناکام ہے
اور نامِ آرزو، بدنام ہے

رُخ ترا آئینۂ صبحِ بہار
زلف تیری جلوہ دارِ شام ہے

ہر تبسم برق کا پروردگار
ہر ترنم خالقِ الہام ہے

ہر تصور ایک موجِ سرخوشی
ہر تخیل بادۂ خیّام ہے

ہر نظر میں دعوتِ ذوقِ نظر
ہر نفس میں اک صلائے عام ہے

پھر محبت رنگ پر ہے اِن دنوں
پھر مری وحشت خرامی عام ہے

میں ہوں خود پروردۂ برقِ فنا
مفت آہِ آتشیں بدنام ہے

میں محبت ہی محبت ہوں تمام
دل مجسم بے خودی کا نام ہے

ہوش سے ناآشنائے محض ہوں
ہوشمندی میرے لیے الزام ہے

پھر تصور کر رہا ہے شوخیاں
پھر نظر میں روئے دل آرام ہے

ہوش ہے پھر مائلِ دیوانگی
پھر تری فتنہ خرامی عام ہے

بے خودی سے بے حسی تک اے جنوں
فاصلہ اب صرف دو اک گام ہے

میٹھے میٹھے درد کی دن بھر خلش
رات بھر لب پر کسی کا نام ہے

دردِ بے درماں پہ خود مرتا ہوں میں
مفت اس کی آرزو بدنام ہے

آپ کی ساغر بکف آنکھوں کی یاد
بے دلی کو زیست کا پیغام ہے

ترکِ الفت گو بہت مشکل سہی
لیکن الفت بھی تو مشکل کام ہے

حسن تو سب کچھ ہے لیکن عشق بھی
کردگارِ گردشِ ایام ہے

عشرتِ دنیا کو ٹھوکر کیا کر دوں
دل حریصِ عشرتِ آلام ہے

نظمیں

سید نور الدین انورؔ بھوپالی

تجدیدِ ایمان

رگ رگ میں ایک موج سی رقصاں ہے آجکل
پھر ہر نظر بہار بہ داماں ہے آجکل

پھر وضعِ احتیاط ہے برگِ شکستہ رنگ
پھر ہر گناہ دشمنِ ایماں ہے آجکل

جھوما ہوا ہوں کیفِ شرابِ جمال سے
پھر جوشِ عشق سلسلہ جنباں ہے آجکل

رگ رگ میں جیسے دوڑ گئی موج، زندگی
ایسا نموئے روح کا ساماں ہے آجکل

ڈوبا ہوا ہوں کچھ نشہ و سرور میں
گویا سینے میں کیفیت کا وہ طوفاں ہے آجکل

ہر ذرہ ایک مہرِ شبِ بے چراغ ہے
ہر ذرہ ایک مہرِ درخشاں ہے آجکل

دوشیزگی میں ڈوبی ہوئی ہے ہر ایک چیز
نکھرا ہوا تمام گلستاں ہے آجکل

رخ پر ہر ایک شے کے ہے رنگِ الوہیت
عالم تمام جلوۂ جاناں ہے آجکل

عصیاں بھی اب نگاہ میں عصیاں نہیں رہا
ایمان صحیح معنوں میں ایماں ہے آجکل

باہوں میں باہیں ڈالے ہوئے اُس کوہسار
اک نو بہارِ نازِ خراماں ہے آجکل

اب میں کہاں ہوں؟ یہ بخدا کچھ نہ پوچھیے!
گویا دماغ عرش پہ پرّاں ہے آجکل

~~کما انعمہ و نمریاد بن لیا ہوں میں~~

۱۵- لپٹ کر سو رہا ہوں لذتِ دردِ محبت سے۔ ۳۲

۱۶- کافرِ نگاہ یوں تو لجائی ہوئی سی ہے۔ ۳۳

۱۷- نگاہِ لطف سے جب حُسن کا رخ بھی ادھر ہوگا۔ ۳۴

۱۸- کچھ اس ادا سے تجھے جلوہ بار دیکھا ہے۔ ۳۵

۱۹- دلِ بیمار کا مجبورِ مداوا ہونا۔ ۳۶

۲۰- جیتے جی مُردہ ہوں اب مجھ میں کہاں ہے زندگی۔ ۳۷

۲۱- مجھ پہ آفت نگہِ ہوش رُبا لے آئی۔ ۳۸

۲۲- عشق میں چُور بھی ہوں پیروِ منصور بھی ہوں۔ ۳۹

۲۳- تو مرے حال پہ آنسو نہ بہانا اے دُوست۔ ۴۱

۲۴- دِل میں ترے سما نہیں سکتے ہیں کیا کریں۔ ۴۲

۲۵- بے سکونی سے بھی اب حاصِل سکونِ دل نہیں۔ ۴۳

۲۶- شبِ تنہائی ہے اور بیخودی ہے۔ ۴۴

۲۷- غمِ دوراں جو نہیں ہے غمِ جاناں ہوتا۔ ۴۵

۲۸- سچ تو یہ ہے مجھی کو اب حسرتِ زندگی نہیں۔ ۴۶

۲۹- مزہ الم میں لطف سوزِ جاں میں نہیں۔ ۴۷

۳۰- نگاہِ التجا کچھ کم نہیں بیمارِ ہجراں کی۔ ۴۹

۳۱- محرُوم ہو کے زخمِ نگاہِ بتاں سے ہم۔ ۵۰

۳۲- آنکھیں شریکِ حال ہیں منہ میں زباں نہیں۔ ۵۱

۳۳- جب تک تری آنکھوں کا اشارہ نہ ہوا تھا۔ ۵۲

۳۴- کس قدر پُر کیف ہیں یہ سانولی راتیں مری۔ ۵۳

۳۵- محبت میں شوریدہ سر اور بھی ہیں۔ ۵۴

۳۶- فسانہ عہدِ محبت کا پھر دراز ہے۔ ۵۵

۳۷- تری نگاہ کے قابل نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ ۵۶

سانیٹ

وہ گلگوں آتشیں رخسار و حسنِ شعلہ زا تیرا
وہ میگوں نرگسِ شہلا میں پنہاں برق سامانی
وہ مستانہ نگہ میں کیفیاتِ بادہ و باراں کی
قیامت کے قریں وہ سرو قامت فتنہ زا تیرا
نکلنا پھوٹ کر ساری سے رنگ جلوہ زا تیرا
نگہ کی التجاؤں سے نمایاں ذوقِ مہمانی
وہ مسترخم نگاہوں میں تمنا کی درخشانی
زبانِ بے زبانی سے تکلم نغمہ زا تیرا

نگار اب تک مرے خوابوں میں ہیں مہمانیاں تیری
سمٹ کر اک جہانِ حسن کا تجھ میں سما جانا
وہ تیری والہانہ کیفیت کا مجھ پہ چھا جانا
وہ خاموشی کے پردے میں گہر افشانیاں تیری

ادائے سادہ سے دی دعوتِ صد آرزو تو نے
مجھے بھی کر لیا آخر اسیرِ رنگ و بو تو نے

نظام
١٩٣٢ء

یادِ حیات!

ٹھوکریں در در کی کھانا یاد ہے — ان کو کھو کر پھر نہ پانا یاد ہے
یاد ہے سارا فسانہ یاد ہے — زندگی کا ہر زمانا یاد ہے
مے بھی تھی مینا بھی تھا ساقی بھی تھا — ہائے اب تک وہ زمانا یاد ہے
بھیگی بھیگی شام کی سرمستیاں — وہ لبِ جو بیٹھ جانا یاد ہے
ہر طرف ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ساتھ — ابر کا اٹھ اٹھ کے آنا یاد ہے
کالی کالی بدلیوں کا کیف سے — جھوم جانا پھیل جانا یاد ہے
آبشاروں کے حسیں نغمات سے — مست ہو کر گنگنانا یاد ہے
آتشیں مے کا بلوریں جام میں — سرخوشی سے جوش کھانا یاد ہے
پیکرِ بلور کی دوشیزگی، — وہ نکھرنا رنگ لانا یاد ہے
وہ فضا وہ والہانہ سلسبیل — روح کا وہ جھوم جانا یاد ہے
یوں کہ آنکھوں کو ہو کچھ بھی خبر — دل میں آ کر بیٹھ جانا یاد ہے
اعتبارِ نظمِ الفت کے لیے — لب پہ شکووں کا نہ لانا یاد ہے
رس بھری آنکھوں کے سازِ مست سے — پیت کے نغمے سنانا یاد ہے
وصل میں یادِ خمارِ صبح سے — روح کا وہ کانپ جانا یاد ہے
شاخسارِ برق پر تھا آشیاں — زندگی کا وہ زمانا یاد ہے

اپنے ہاتھوں سے دلِ آسودہ ہیں! — درد کی دنیا بسانا یاد ہے!
وہ تصور کار چشمِ شوق ہیں! — آنسوؤں کا ڈبڈبانا یاد ہے!
اے سحر اے ابر اے رنگِ شفق — وہ مجھی کو کھائے جانا یاد ہے
درد میں ڈوبے ہوئے نغمات سے — دل کو اپنا راگ گانا یاد ہے
میٹھے میٹھے درد کی دن میں خلش — رات بھر آنسو بہانا یاد ہے
دردِ مایوسی ہے اور دنیائے دل — اب فقط رونا رلانا یاد ہے
آنکھ ویراں دل تپاں، سودا بسر — خاک صحرا کی اڑانا یاد ہے
اب کہاں اگلے سے وہ راز و نیاز — سر جھکا کر بیٹھ جانا یاد ہے
یا یہی نظریں کبھی تھیں چارہ ساز — یا نہیں اب دل دکھانا یاد ہے
اہتزازِ نور کا عالم کہاں — صبحِ دلنشیں کا فسانا یاد ہے
اب کسی کافر کی صورت دیکھ کر — ان کی صورت یاد آنا یاد ہے
زندگئ یاس کی تنظیم کیا؟ — بس تڑپنا تلملانا یاد ہے
کیوں نہ روئیں ہم تجھے اے زندگی — اب فقط رونا رلانا یاد ہے

زندگی اے نورِ مجسم زندگی
ہائے کیا تھا وہ زمانا یاد ہے

نظام

اپنی برق طور سے

بہت حسیں بڑے دوست آشنا ہو تم
حیاتِ عشق کا معصوم مدعا ہو تم

میں جس خیال میں کھویا ہوا سا رہتا ہوں
اسی خیال کی تشکیل جاں فزا ہو تم

میں سوتے سوتے یکایک جو چونک پڑتا ہوں
وہ چونکنا وہ تڑپنا وہ جاگنا ہو تم

سحر کی جوئیں شفق کی حسین شاموں میں
مری حیات کا اک خواب خوشنما ہو تم

دلِ حزیں میں خلش بن کے رہ گئے ہو مگر
بہت عزیز ہو گو درد لادوا ہو تم

تمہیں ہزار حجابوں میں دیکھ لیتا ہوں
جدا نہیں ہو بہر حال گو جدا ہو تم

اب اپنے موج تبسم کی نشہ باری سے
فضائے کیف کا ذی روح میکدا ہو تم

ترانہ ریز ترنم نگاہیوں کی قسم
کسی حسیں مغنی کا زمزما ہو تم

رخِ صبیح کی کافر ملاحتوں کی قسم
جہانِ حسن کی اک شامِ دلربا ہو تم

بہارِ نزہتِ مینائے جسم ارے تو یہ
ز فرق تا بقدم نور ہو ضیا ہو تم

تمہارے لب ہیں کہ دو پتیاں گلاب کی ہیں
کہ خود ہی اک گلِ شاداب و خوشنما ہو تم

شرابِ حسن کا اک سر بمہر مینا ہو
بہارِ عشق کا اک باغِ دلکشا ہو تم

نگاہیں نیچی کئے شرم سے لجائے ہوئے
کوئی مجسمۂ عفت و حیا ہو تم

خرام ناز سے موسیقیاں برستی ہیں
رُبابِ حسن کی اک آتشیں نوا ہو تم

خرام نغمہ ہو یا نغمۂ خراماں ہو
سرورِ کیف میں ڈوبی ہوئی صدا ہو تم

حسین خواب ہو میری جوان راتوں کا
تصورات کی تعبیر جاں فزا ہو تم

ادھر تو آؤ میں پوچھوں تمہارے چہروں کو
کسی پریم پُجاری کا مدعا ہو تم

مہِ ذدہ ہفتہ ہو یا آفتاب نیم شبی
جوانیوں کی چمکتی ہوئی ادا ہو تم

خود اپنی مست اداؤں میں آپ کھوئے ہوئے
مجھے خبر ہی نہیں ہے ابھی کیا ہو تم

یہ انکشاف ہیں سب ممکنات کی حد تک
یقین یہ ہے کہ ان سے بھی ماورا ہو تم

نظام

آج

عشق اس درجہ کامیاب ہے آج — حسن مجبورِ اضطراب ہے آج
جوش پر موسمِ شباب ہے آج — جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج
زندگی کی برس رہی ہے شراب — میکدے میں پھر انقلاب ہے آج
بعد یک عمرِ اضطراب مجھے — پھر میسر سکونِ خواب ہے آج
رات دن عیش میں گذرتی ہے — پھر وہی لطفِ بے حساب ہے آج
وہی ناز و نیاز ہیں باہم — پھر وہی دورِ کامیاب ہے آج
ہمکنارئ مشتِ خاک میں پھر — ایک خورشید جلوہ تاب ہے آج
پریت کے گیت گا رہے ہیں وہ — دل مرا سازِ ماہتاب ہے آج
ہر شرارت میں اک سلیقہ ہے — ہر لگاوٹ میں اک عتاب ہے آج
ان کے مینائے حسن سے کیا کیا — موجزن بادۂ شباب ہے آج
شیشۂ دل میں پھر تموج خیز — زندگی کی نئی شراب ہے آج
ہے یہ میری ہی اک جواں نظری — کہ ہر اک چیز پر شباب ہے آج
غمِ دنیا میں سر کھپائے کون — غمِ دنیا خیال و خواب ہے آج

میری دنیا عجیب دنیا ہے — کہ سکوں میں بھی اضطراب ہے آج
جس کو دل بھی سمجھ نہیں سکتا — ایسا مبہم کچھ اضطراب ہے آج
پھر محبت ہے رنگ پر یعنی — پھر ترا درد کامیاب ہے آج
اے تری برق وش نظر کی خیر — دل مجسم اک اضطراب ہے آج
ان کی آنکھوں ہی پر نہیں موقوف — آنکھ میری بھی محوِ خواب ہے آج
یہ مئے و نغمہ یہ گھٹا یہ بہار — پارسائی بڑا عذاب ہے آج
زندگی موت سے بھی بدتر ہے — آدمی خستہ و خراب ہے آج
آدمی آدمی نہیں کوئی — آدمی تو خیال و خواب ہے آج

اک زمانے کے بعد پھر انور
ان کی محفل میں باریاب ہے آج

نظم

دولت باغ اجمیر میں

فلاور شو

کا ایک تأثر

وہ بھیگی بھیگی شام وہ کافر ملاحتیں
صہبا اثر ہوا کی فضا میں لطافتیں
ہلکی گلابی فالسئی دھانی ساریاں،
ان ساریوں میں اف وہ بلا کی نفاستیں
وہ جوئے بارِ حسن وہ امواجِ بے قرار
وہ بہکی بہکی چال وہ لرزاں قیامتیں
کافر جوانیوں کی برستی ہوئی شراب
آغوش میں فضا کی گلابی لطافتیں
آئینہ سا جبیں پہ وہ بکھری ہوئی سی زلف
کافر صباحتوں میں وہ کافر ملاحتیں
وہ جوششِ شباب وہ اٹھتی جوانیاں
مینا میں جیسے ہوں متلاطم قیامتیں
انگڑائیاں سی لیتے ہوئے ماہِ نیم ماہ
وہ تیرتی ہوئی سی فضا میں لطافتیں

ڈوبے ہوئے شراب میں وہ جسمِ مرمریں
بھر دی گئی ہوں گوٹ کے جن میں قیامتیں
وہ حسن اور عشق کی اٹکھیلیاں بہم
وہ دل میں میٹھی میٹھی خلش کی شرارتیں
لبریز ساغروں سے چھلکتی ہوئی شراب
وہ مست انکھڑیوں کی سرِ عام رافتیں
جیسے دل و جگر میں کئی تیر اتر گئے
اللہ وہ زبانِ نظر کی حلاوتیں
میری جبینِ روح کی وہ سجدہ ریزیاں
وہ دل ہی دل میں خاص طرح کی عبادتیں
یہ کیفیاں بھی ہیں مری صد کیف و صد اثر
اے عشقِ شاد باش تری یہ عنایتیں
انور کے حالِ زار پہ پھر اک نگاہِ خاص
وہ مرحمت وہ لطف و کرم وہ عنایتیں

نظم

محمد علی میموریل ہائر سکنڈری اسکول بیاور ضلع اجمیر میں 'محمد علی ویک' منایا گیا جس میں مناظمہ کا بھی اہتمام تھا اسی مشاعرہ کی ایک نظم

یادِ جوہر

پھر مجھے جوہرِ مرحوم کی یاد آئی ہے
پھر چھلکنے کو مرا جام شکیبائی ہے
جوش زن رہتا ہے جذبات کا بحرِ ذخیں
چٹکیاں لیتا ہے اکثر غمِ جوہر دل میں
وہ محمد علی جوہر وہ فدائے ملت
صورتِ مہر عیاں جس کا ہے نقشِ عظمت
زندہ رہنے کا سبق ہمکو پڑھایا جس نے
قوم کو بام ترقی پہ چڑھایا جس نے
باغباں جیسے ہو سر سبز چمن کا شیدا
آہ ایسا ہی تھا جوہر بھی وطن کا شیدا
ہند کو غیرتِ گلزار بنانے والا
قوم کی قوم کو خود دار بنانے والا

جس کے قبضہ میں تھی ہر وقت زباں کی تلوار
جس کی ٹھوکر میں تھا سرمایہ پرستی کا وقار
کبر و نخوت کو زمانے سے مٹانے والا
اور انسانوں کو انسان بنانے والا
حق پرستی ہے زمانہ میں مسلّم جس کی،
ہے بچھی آج بھی ہر جا صفِ ماتم جس کی،

۳۸- اِک شمعِ لاشریک سے اب لَو لگا کے ہم۔ ۵۷
۳۹- جس زندگی میں دَردنہیں بے کسی نہیں۔ ۵۸
۴۰- اگر نشۂ عشق میں چُور کر دوں۔ ۵۹
۴۱- خونِ دل پیتے رہے لختِ جگر کھاتے رہے۔ ۶۰
۴۲- نہ کوئی نغمہ ہوں نہ سازِ خوشنوا ہوں میں ۶۱
۴۳- مَوت ہی کو بھیج دے یارب کہیں میرے لئے۔ ۶۲
۴۴- محبّت کے نشے میں اس قدر ہیں چُور ہم دونوں۔ ۶۳
۴۵- ہے میرے سامنے تصویرِ چشمِ یار ہنوز۔ ۶۴
۴۶- ہوگئی ان سے محبت ہوگئی۔ ۶۵
۴۷- جو دل کو غم کی جیتی جاگتی تصویر کہتے ہیں۔ ۶۶
۴۸- ہے وطن کی سرزمیں بحد حسیں میرے لئے۔ ۶۷
۴۹- خدانا کردہ کیوں مایوس ہوں میں تیری رحمت سے۔ ۶۸
۵۰- میں گیت حُسن وعشق کے گاتا چلا گیا۔ ۶۹
۵۱- خلوصِ شوق سے تم کو یہ بدظنی کیوں ہے؟ ۷۰
۵۲- اس کو سننے نہ دیا اور ہمیں کہنے نہ دیا۔ ۷۲
۵۳ کسی کی یاد جو آئی تو اس قدر آئی۔ ۷۳
۵۴- کچھ اس طرح مرے دل میں سما گئے ہیں وہ۔ ۷۴
۵۵ دل ہلاکِ کوشش ناکام ہے۔ ۷۵

نظمیں ۷۷

۱- تجدیدِ ایماں ۷۷
۲- سانیٹ ۷۸
۳- یادِ حیات ۷۹
۴- اپنی برقِ طور سے ۸۱

اف وہ توہینِ صداقت پہ بگڑنے والا
اور حقِ بشریت پہ جھگڑنے والا،
خدمتِ قوم میں لغزش نہ ہوئی جسکو کبھی
مرکزِ صدق سے جنبش نہ ہوئی جس کو کبھی
قوم کے واسطے خود آگ میں پڑ جاتا تھا
غیر تو غیر ہیں اپنوں سے بگڑ جاتا تھا
دو گھڑی چین سے بستر پہ نہ سونے والا
قوم کے واسطے ہر وقت کا رونے والا
کسی تکلیف نے توڑا نہ توکل اس کا
قید میں بھی رہا آزاد تخیل اس کا
یہی غم ہے یہی افسوس رہے گا ہم کو
ایسا مخلص نہ زمانے میں ملے گا ہم کو
تجھ کو بھولیں گے نہ رفعت کی تمنا والے
حشر تک روئیں گے جوہر تجھے دنیا والے
ہاں رہے گا یہی افسوس چمن والوں کو
رہنما تجھ سا ملے گا نہ وطن والوں کو
گائیں گے نغمہ تیری یاد میں مرغانِ چمن
تیرا ایثار نہ بھولیں گے کبھی اہلِ وطن
ہند والے ہیں ترے نام پہ جوہر قرباں
جان سی شے کو کیا تو نے وطن پر قربان
جو بھی اب راہِ ترقی میں ابھی بڑھیں گے آگر
وہ بنائیں گے ترے نقش قدم کو رہبر

ہے ترا نام شہیدانِ وطن میں شامل
ہے ترا نقشِ قدم راہنمائے منزل
خاک اقصیٰ میں ہے آسودہ امامِ ملّت
ہند میں درہم و برہم ہے نظامِ ملّت
رنج دینے پہ کمر باندھی غم خواروں نے
صدق کی راہ سے بھٹکا دیا غداروں نے
شورِ محشر ہے بپا ہند میں جوہر آجا
پھر کسی بھیس میں اے قوم کے رہبر آجا
آج پھر کال زمانے میں ہے غم خواری کا
آج دنیا میں ہے قحط پھر رواداری کا
آہ پامالِ خزاں پھر ہے وطن کا گلشن
پھر نظر آتا ہے اب بھائی کا بھائی دشمن
وہ محمد علی جوہر دلِ رنجور، کہاں
ہم رہیں چین سے دنیا کا یہ دستور کہاں
وہ تو اب سایۂ اقصیٰ میں سوتا پڑا ہے
لاکھ روئے کوئی اب رونے سے کیا ہوتا ہے
مادرِ ہند ہے تاریک مقدر تیرا
خاک اقصیٰ میں نہاں ہو گیا جوہر تیرا

نظم

اے محمد علی اے جوہر سحبان وطن / آہ اے یوسف گم گشتہ کنعان وطن
نور ایمان وطن محبان وطن شان وطن / کچھ دکھ مجھے یاد ہے اے فخر شہیدان وطن

جیتے جی تجھ کو نہ جانا وہی انسان ہیں ہم
یعنی مردوں کے پرستار مسلمان ہیں ہم

آج لبریز مے درد ہے پیمانۂ دل / مخزن شیون و فریاد ہے میخانۂ دل
دفن حسرت و ارماں ہے ویرانۂ دل / تپش آموز ہے پھر نعرۂ مستانۂ دل

مگر اے جوہر نایاب کہاں پائیں تجھے
اب تو دنیا میں کہاں ہے کہ بلا لائیں تجھے

پھر پریدہ سا ہے رنگ رخ سلمائے وطن / پھر بکھر جانے کو ہے گیسوئے لیلائے وطن
تو پریشاں پھر ہے چراغ رخ زیبائے وطن / چھائی جاتی ہے وطن پر شب بلائے وطن

کون ہے جس کی ضیاؤں سے اجالا کر لیں
ظلمت شب کو بتا کیسے گوارہ کر لیں

ایک نہ ہونے سے غیر کی بن آئی ہے / پھر وہی ہم ہیں پھر وہی ناصیہ فرسائی ہے
وہی ذلت وہی خواری وہی رسوائی ہے / مادر ہند یہ رونے کو قضا آئی ہے

تیرا مرنا تیرا مرنا نہیں ہم جان گئے
قوم کی قوم کا مرنا ہے یہ اب مان گئے

۱۹۳۱ء

نظام
ڈاکٹر اقبال کی زندگی میں ۹ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء کو "یوم اقبال" نصیر آباد کینٹ راجپوتانہ

اقبال

اپنی رگ رگ میں شرار زندگی رکھتا ہے تو
بیخودی میں بھی نہاں برق خودی رکھتا ہے تو
تو مجسم درد ہے سرتاپا اک اضطراب
اپنی ساری داستاں حسرت بھری رکھتا ہے تو
آج تک محروم ہے جس سے جبین مہر و ماہ
اپنے داغ دل میں وہ تابندگی رکھتا ہے تو
تری اسرار خودی تری رموز بیخودی
نو جواب مثنوی مولوی رکھتا ہے تو
اے جواب شاعر جرمن تجھے صد آفریں
بہر مغرب بھی پیام مشرقی رکھتا ہے تو
نغمہ داؤد سے بہتر ہے تری زبور
غیر فانی شاعری میں نغمگی رکھتا ہے تو
اپنے پرواز تخیل سے بہ بال جبرئیل
طائر سدرہ نشیں کی ہمسری رکھتا ہے تو

شاعری تیری نہیں ہے بلکہ ہے اک ساحری
ساحری کیا شے ہے شانِ موسوی رکھتا ہے تو
کہہ گئے ہیں "شاعری جزویست از پیغمبری"
یہ اگر سچ ہے تو ہاں پیغمبری رکھتا ہے تو
تو سراپا دردِ دل ہے اے سکوں ناآشنا
ایک زمانے سے جدا وارفتگی رکھتا ہے تو
ساری دنیا سے نرالی ساری دنیا سے جدا
اک اچھوتی آگ پہلو میں دبی رکھتا ہے تو
ساغر و صہبا کی جو مرہونِ منت ہی نہ ہو
اے شہیدِ تشنگی وہ تشنگی رکھتا ہے تو
دل ہی میں کھنچتا ہے دل ہی میں بیتاب ہے تو
کیا اچھوتا اپنا طرزِ میکشی رکھتا ہے تو
لوگ کہتے ہیں کہ تجھ کو جنونِ فلسفہ
یہ جنوں بھی رشکِ صد فرزانگی رکھتا ہے تو
لے کے آیا ہے جہاں میں عادتِ سیماب تو
تیری بیتابی کے صدقہ ہے عجب بیتاب تو

ترے بغیر

جلد آ کہ جان ہے تن سے گریزاں ترے بغیر
سرتا بپا ہوں شعلۂ لرزاں ترے بغیر

تو تھا تو جوش پر تھیں میری گلفشانیاں
اب ناطقہ ہے سر بگریباں ترے بغیر

چھایا ہوا ہے دیدہ و دل پر جمود سا
دونوں ہیں سر فنادہ حیراں ترے بغیر

دو خشک ندیاں سی ہیں آنکھیں بھی ان دنوں
اک بوند بھی نہیں سر مژگاں ترے بغیر

ایک آتش تمام ہے دل اے مرے خلیل
آتشکدہ ہے آج گلستاں ترے بغیر

یہ بکھری بکھری مستی دوشیزگیٔ صبح
یہ بھیگی بھیگی شام گلستاں ترے بغیر

یہ بہکی بہکی مست ہوا یہ فضا یہ کیف
اف یہ گھٹا یہ موسم باراں ترے بغیر

یہ بیخودی وسکر میں ڈوبی ہوئی فضا
یہ اضطراب جوش بہاراں ترے بغیر

یہ تال، یہ کنول یہ اچھوتی فضا یہ ابر
یہ میکشی یہ ہو، حق مستاں ترے بغیر

یہ موجہائے کوثر و تسنیم ہر طرف
یہ ابر یہ بہار یہ باراں ترے بغیر

یہ رقص یہ، سرور، یہ صہبا، یہ ابر و باد
یہ بھدبھدے یہ محفل رنداں ترے بغیر

یہ یادگار شاہجہانی، یہ نورِ ماہ،
یہ سیر آبشار و بہاراں ترے بغیر

مہکی ہوئی فضا میں یہ بہکی ہوئی ہوا
یہ مستی تمام گلستاں، ترے بغیر

شملے کی وادیاں یہ زمرد گھلا ہوا
جلسے یہ کوٹ ثمرستاں ترے بغیر

یہ سیر آبشار یہ تفریح جوئبار
یہ نزہتیں نشاط بداماں ترے بغیر

ماتم ہے یہ ترا کہ جاں بخش جوئبار
شیون ہے یہ ترنم مرغاں ترے بغیر

ڈستی ہے سانپ بن کے گھٹا ابر مگل کی
ہیں موت و زیست دست گریباں ترے بغیر

سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے مرے لئے
میں کیا کروں گا یہ سر و ساماں ترے بغیر

ہے زندگی مگر یہ کوئی زندگی نہیں
بے نور سی ہے شمع فروزاں ترے بغیر

پھر چٹکیاں سی لیتی ہے رہ رہ کے تری یاد
بے کیف ہے یہ عالم خنداں ترے بغیر

پھر ڈھونڈتے ہیں زخم جگر برق زیر لب
خالی پڑے ہوئے ہیں نمکداں ترے بغیر

پھر ہر نظر ہے شیشہ بلا آتش جو تو نہیں
پھر ہر نفس ہے شعلہ بداماں ترے بغیر

پھر کر رہا ہوں جوشِ جنوں کی فیافیت
لختِ جگر ہے پھر سرِ مژگاں ترے بغیر
چھریاں سی چل رہی ہیں کلیجے میں رات دن
رگ رگ میں بجلیاں سی ہیں رقصاں ترے بغیر
پھر دل میں آج ذوقِ عبادت ہے جاگزیں
اُف اب کہاں وہ لذتِ عصیاں ترے بغیر
ایماں کی طرف لیے جاتا ہے دل کہ ہوں
رعنائیٔ گناہ سے گریزاں ترے بغیر
بکھری ہوئی ہے زلفِ زلیخائے زندگی
اے مہرِ مصر اے مہِ کنعاں ترے بغیر
نبضِ آرزو کی چھٹتی ہے اے جانِ آرزو
دم توڑتے ہیں سیکڑوں ارماں ترے بغیر
وہ نبضِ دل کہ لرزشِ پیہم سے تھی مراد
سرتاپا ہے ساکت حیراں ترے بغیر
وہ نبضِ دل کہ لرزشِ پیہم سے تھی مراد
سرتاپا ہے ساکتِ حیراں ترے بغیر
میخانۂ خیال یہ چھائی ہے بے کسی
سونی پڑی ہے محفلِ رنداں ترے بغیر
وہ طالبِ سکوں وہ دلِ درد آشنا
پھر آجکل ہے تشنۂ پیکاں ترے بغیر
آجا کہ آوازِ پردۂ دل فاش ہو نہ جائے
کھلنے کو ہے یہ عقدۂ پنہاں ترے بغیر

دردِ آگہ پھر ہے تشنۂ مضراب آج کل
بے کیفیوں سے تارِ رگِ جاں ترے بغیر

جو زندگی مرادتھی فردوس عشق سے
وہ ہوگئی ہے خواب پریشاں ترے بغیر

کرلوں نہ چاک چاک کہیں دامنِ حیات
اس زندگی سے ہوکے پشیماں ترے بغیر

دوڑا دے آکے کیف مۓ زندگی کی لہر
بے جان یہ انجمن حیات ترے بغیر

انور کو آج دیکھ کے رحم آگیا ہمیں
وہ نوجواں ہے سخت پریشاں ترے بغیر

ع۱ بھوپال کا مشہورِ عالم "بھوپال تال" ع۲ بھوپال میں بہت ہی حسین آبشار ہے تالاب کے جنوب میں سرکاری بارہ دری میں لوگ "گوٹ" کرتے ہیں ع۳ چھوٹے تالاب کے شمال میں پل پختہ سے متصل بھوپال کا مشہور پارک جہاں حسین ترین آبشار بھی ہے۔ یہاں لوگ شام کو اور شب ماہ میں اکثر تفریح کرتے ہیں کسی زمانہ میں سرکاری بینڈ بجا کرتے تھے یہ ترے بغیر جب ہی کی یادگار ہے

ع۴ شملہ نام ہے ایک نواب زادے (عبداللہ خاں صاحب مرحوم) کی کوٹھی کا جو بڑے تالاب کے جنوب میں ایک فراز پر واقع ہے اسی کے نشیب میں ع۵ ثمرستان عبید نواب زادے مذکور کا بنایا ہوا ہے جس کا ہر درخت قدِ آدم سے اونچا نہیں ہونے پاتا اور موسمی پھلوں سے لدا رہتا ہے۔ پرانی باتیں ہیں۔ اب نام و نشان بھی نہیں لے رہے نام اللہ کا۔

وہ بانہیں، آہ وہ بانہیں

ابھی تک یاد ہیں انور مجھے ان کی حسیں بانہیں
وہ موج کوثر و تسنیم کی سکر آفریں بانہیں
وہ بانہیں آہ وہ ہنستے ہوئے مہتاب سی بانہیں
شباب و حسن سے لبریز وہ سیماب سی بانہیں
وہ فردوس دل برباد کشمیر نظر بانہیں
سرور و کیف میں ڈوبی ہوئی صہبا اثر بانہیں
وہ بانہیں آہ وہ آئینہ سی بانہوں کی عریانی
کہ جوئے شیر بھی بھرتی ہے جن کے سامنے پانی
ملاحت پر سرور شام زلف عنبریں قرباں
صباحت پر نشاط صبح رخسار جبیں، قرباں،
اندھیری رات میں ساون کی برق طور روشن بانہیں
حیا کے رنگ میں ڈوبی ہوئی وہ حور وش بانہیں
طلوع ماہ کی مانند وہ جوش شباب ان کا
نمود موج صہبا کی طرح رنگ شہاب ان کا
بھرا تھا ان میں پگھلا کر کوئی یاقوت افغانی
کہ تھا محلول نور صبح میں لعل بدخشانی
وہ دیپک کے سروں میں جیسے کچھ بکھرے ہوئے نغمے
مجسم ہو گئے تھے یا دل پر سوز کے شعلے
بھری تھی بجلیاں ہی بجلیاں لعل یمانی میں
کہ امرت بھر دیا تھا ان کی دوشیزہ جوانی میں
وہی بانہیں کہ تھی مینائیت نشہ اثر جن کی
تکلیف ہر طرف صہبائیت تھی نغمہ گر جن کی